



مسکد ان شہ کا داعی اور مرکزی جمعیتہ ان شہ پاکستان کا ترجمان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اللّٰهُ نَزَلَ اَحْسَنَ التَّحْقِیْمِ

ان شہ

شیخ الاسلام سرسری

حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی

علامہ قائد اعظم اسلام آباد

پروفیسر مسٹر

شماره: 34

29 اگست تا 04 ستمبر 2025ء

۲۰ تا ۱۰ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ

جلد: 56

غیر مسلم جوڑے کا اسلام قبول کرنے کے بعد نکاح کا حکم

توبہ کی قبولیت کے لیے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ ڈالنے کا کیا حکم ہے؟

قرآن و سنت کی روشنی میں

مثالی تربیت و شخصیت سازی..... سیرت طیبہ کی روشنی میں
حافظ محمد فیاض الاثری

محمد مصطفیٰ ﷺ ایک رہبر، باپ اور شوہر کی حیثیت میں
اشیخ محمد ابراہیم محمدی

عورت سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں
محترمہ سیدہ سعیدہ مصطفیٰ کی فکر انگیز تحریر

سیرت النبی ﷺ

ابراہیمی معاہدہ کیا ہے؟..... پروفیسر البدر الاثری کی تحقیق

☆ توہین رسالت اور شعائر اسلام کے واقعات کے خلاف لیگل کمیٹی کا قیام
☆ دستوری ترامیم مجلس شوریٰ کی تعداد میں اصلاحات کے لیے کمیٹی قائم

اجلاس مرکزی کا بیورو مجلس عاملہ
17-08-2025

امیر محترم ڈاکٹر حافظ عبدالکریم
کونسلر منتخب ہونے پر مبارکباد

مرحوم امیر محترم پروفیسر ساجد میر
کی خدمات پر فخر ادا و خراج تحسین

﴿اِنَّا الْيَوْمَ مُنُونٌ اِخْوَةٌ﴾
ہاتھ اٹھائیے، دعا کیجیے
ہاتھ بڑھائیے، مصیبت زدوں کو تھام لیجیے

.... کلمۃ المذیر

درس قرآن

میں محروم کیوں ہوں؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّكَ لَا يَجِبُ الْمُتَعِدِّينَ ۚ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾ (سورة الاعراف: 55)

”اپنے رب کو پکارو، گڑ گڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو، جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اور اللہ ہی کو پکارو، خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سارے مقامات پر اپنے بندوں پر اپنی شفقت اور مہربانی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس حقیقت کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ وہی ذات ہے جو مشکل کشائی فرماتی ہے، مصیبتوں سے نجات دیتی ہے، دعاؤں اور مناجات پر لبیک کہتے ہوئے انسانوں کی دعائیں قبول فرماتی ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ آج اکثریت کا گلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو نہیں سنتا یا ہماری دعائیں قبولیت کا درجہ نہیں پاتی ہیں۔ قرآن کریم نے اس بات کی طرف بھی رہنمائی فرمائی ہے کہ بعض وجوہات اور رکاوٹیں انسان کا اللہ تعالیٰ کی بندگی سے نکل کر اپنے نفس کی بندگی کرنا، اللہ تعالیٰ کے اصولوں کو ثانوی حیثیت دینا، تو جب تک اپنا طرز زندگی درست نہ کیا جائے تب تک انسان قبولیت دعا سے محروم ہی رہے گا۔

جو انسانوں ہی کی پیدا کردہ ہیں ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دعا قبول نہیں فرمائے گا، جن کے اندر ایسی کوتاہیاں موجود ہوں گی۔ جو حد سے گزرنے والے ہوں گے، جو اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق کی طرف دست سوال دراز کرتے ہوئے ان سے امید لگائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان اور توجہ تب ہوگی جب سارے رستے مسدود ہو جائیں گے۔ ساری زندگی لوگوں کی دل آزاری کرنے والے، ان پر ظلم کرنے والے، ان کا مال ناجائز طریقے سے ہڑپنے والے جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان اس کے اعمال بد بہت بڑی رکاوٹ کی صورت میں حائل ہو جائیں گے اور انسان قبولیت دعا سے محروم رہے گا۔ انسان کا اللہ تعالیٰ کی بندگی سے نکل کر اپنے نفس کی بندگی کرنا، اللہ کے اصولوں اور ہدایت کو ثانوی حیثیت دینا، من چاہی زندگی بسر کرنا، اخلاق، معاشرت، عادات اور معاملات میں ایسے خود ساختہ اصولوں پر بحیثیت مجموعی ڈٹ جانا جو شریعت سے متصادم ہوں تو ایسی صورت حال میں جب تک اپنا طرز زندگی درست نہ کیا جائے تب تک انسان قبولیت دعا سے محروم ہی رہے گا۔

درس حدیث

اے دل غافل!

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(عن أبي هريرة ؓ أن رسول الله ﷺ قال: ادعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة، واعلموا أن الله لا يستجيب دعاء من قلب غافل لاه.) (صحیح الترمذی: 2766)

”سیدہ ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے تم اس کی قبولیت کا یقین رکھو اور جان لو! بے شک اللہ تعالیٰ غافل دل سے کی گئی کوئی دعا قبول نہیں فرماتا۔“

اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی عظیم اور غیرت والی ہے۔ اس کی صفات میں اس کی مخلوق کو شریک کرنے والا یا بغیر حضور دل اور غفلت سے اس سے مانگنے والے کو اللہ تعالیٰ دھتکار دیتے ہیں۔ دعا کرنے والا اگر اپنے رب کی طرف متوجہ نہ ہو، بلکہ اس کا دھیان سامنے بیٹھے امام صاحب کے ہاتھ کی طرف ہو کہ کب یہ ہاتھ منہ کی طرف بڑھے اور دعا ختم ہو، یا دھیان اللہ کی بجائے اپنی دکان، کاروبار یا گھر باری طرف ہو تو اللہ تعالیٰ بھی جس طرح غفلت قبولیت سے محرومی کا باعث بنتی ہے اسی طرح حرام کمائی، گناہ کی دعا، قطع رحمی کی دعا، قبولیت میں شک و شبہ رہنا بھی قبولیت دعا کی راہ میں حائل رکاوٹیں ہیں۔

ایسے انسان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ دفتر میں اگر کوئی چھوٹے گریڈ والا افسر اپنے سے بڑے گریڈ والے افسر سے بات کرتے ہوئے موبائل میں مگن ہو جائے تو اسے تو بدتہذیبی خیال کیا جاتا ہے، لیکن اپنے خالق اور اپنے کریم رب کی طرف متوجہ ہوتے وقت حضور قلب کا خیال نہ رکھا جائے، غافل دل کے ساتھ صرف ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا لیا جائے تو اس بدتہذیبی اور دعا کے آداب کے خلاف عمل کو دور کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس سے بڑھ کر بدتہذیبی اور کیا ہوگی کہ انسان اپنے رب سے بات کرتے وقت دھیان ادھر ادھر رکھے؟ ایسی صورت میں ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کی درخواست کو قبول فرمائیں۔ حضور دل سے دعا مانگنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اجاگر ہوتی ہے اور جب دل میں اللہ کی عظمت اور اس کی شان موجود ہوگی تو اللہ کی ذات کی ہیبت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضور قلب کے ساتھ دعا مانگی جائے گی اور یہی دعا قبولیت کا درجہ پانے کے لائق ٹھہرے گی۔ جس طرح غفلت قبولیت سے محرومی کا باعث بنتی ہے اسی طرح حرام کمائی، گناہ کی دعا، قطع رحمی کی دعا، قبولیت میں شک و شبہ رہنا بھی قبولیت دعا کی راہ میں حائل رکاوٹیں ہیں۔

ہاتھ اٹھائیے، دعا کیجیے، ہاتھ بڑھائیے مصیبت زدوں کو سنبھال لیجیے

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے افلاح فاؤنڈیشن کے پلیٹ فارم سے
خیبر PK کے متاثرین سیلاب کی مدد کیجیے۔

وطن عزیز پاکستان اس وقت تاریخ کے مہلک ترین سیلاب اور طوفانی بارشوں کی زد میں ہے، ملک میں مون سون سیزن کے ایک تیسرے طاقتور سپیل کا آغاز ہو چکا ہے۔ خیبر پختونخوا کے کئی اضلاع شدید بارشوں کی زد میں ہیں۔ اب تک کی رپورٹس کے مطابق بونیر (خیبر پختونخوا) میں تباہ کن کلاؤڈ برسٹ (جب ایک گھنٹے میں 150 ملی میٹر سے زیادہ بارش ہوتی ہے) سے پہاڑوں سے پانی، پتھر اور ملبہ ساتھ بہا، جس کے نتیجے میں گاؤں کے گاؤں اجڑ گئے۔ اس میں 207 افراد کی موت ہوئی اور پورے علاقے میں 337 افراد ہلاک ہوئے۔ ملک بھر میں جون کے آخر سے لے کر آج تک تقریباً 695 افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور مزید اموات کی خبریں متوقع ہیں۔ بونیر کے بعد صوابی میں بھی بادل پھٹنے سے تباہی مچ گئی ہے، لینڈ سلائیڈنگ کے واقعات پیش آئے۔ کئی افراد بلے تلے دب گئے اور کچھ بارش کے ریلوں میں بہہ گئے۔ سڑکیں بند ہیں اور اموات میں اضافے کا خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ دیگر شدید متاثرہ اضلاع میں سوات، باجوڑ، شانگلہ، مانسہرہ، بگلرام بھی شامل ہیں، مجموعی طور پر KP میں اموات کی تعداد 320 سے زائد ہے اور لاپتہ افراد میں اضافے کا بھی خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (این ڈی ایم اے) کے مطابق رواں سال مون سون کے دوران اب تک 670 افراد جاں بحق اور ایک ہزار سے زائد زخمی ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف سیلابی صورتحال میں ریلیف کا سلسلہ بھی جاری ہے، حکام نے 70 فیصد بجلی بحال کر دی ہے اور بنیادی سڑکوں کو دوبارہ کھول دیا گیا ہے تاکہ امدادی سامان پہنچایا جاسکے، پچیس ہزار سے زائد افراد کو محفوظ علاقوں میں منتقل کیا جا چکا ہے۔ کراچی سمیت دیگر شہروں میں بھی موسلا دھار بارشوں کی وجہ سے شہر میں سیلابی صورت حال پیدا ہوئی، سڑکیں ڈوب گئیں اور روزمرہ زندگی متاثر ہوئی۔ کراچی میں کم از کم 10 افراد ہلاک ہوئے۔ کلاؤڈ برسٹس (بادلوں کا پھٹنا) اور موسمیاتی اثرات بھی اس سیلاب کا سبب قرار دیئے جا رہے ہیں۔

اس سال موسمیاتی تبدیلی کی شدت نے کلاؤڈ برسٹس کی شدت اور تعداد میں اضافہ کیا ہے، جو اکثر پیشگوئی سے بالکل غیر متوقع انداز میں آ جاتے ہیں۔ بونیر میں صرف ایک گھنٹے میں 150 ملی میٹر بارش ہونے سے قیامت جیسا منظر پیدا ہوا۔ آئیے! پاکستان میں آنے والے بڑے سیلابوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

1950ء کا سیلاب: سب سے پہلا بڑا سیلاب جس نے پاکستان کو بری طرح متاثر کیا۔..... نقصانات: تقریباً 2900 اموات، لاکھوں ایکڑ زریع زمین متاثر، انفراسٹرکچر کو شدید نقصان۔

1973ء کا سیلاب: دریائے سندھ میں شدید طغیانی کے باعث..... نقصانات: 160 ملین ایکڑ زمین ڈوب گئی، ہزاروں دیہات متاثر، انفراسٹرکچر تباہ۔

1976ء کا سیلاب: تاریخ کے بدترین سیلابوں میں سے ایک۔

نقصانات: 425000 مکانات تباہ، 1000 سے زائد اموات، لاکھوں لوگ بے گھر۔

1988ء کا سیلاب: دریائے سندھ اور دیگر دریاؤں میں شدید بارشوں کے بعد طغیانی۔

نقصانات: 508 اموات، ہزاروں مکانات متاثر۔

1992ء کا سیلاب: ”سپر فلوڈ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔..... نقصانات: اس

سیلاب سے پاکستان میں 2 ہزار سے زائد لوگ جان کی بازی ہار گئے۔ یہ سیلاب 12 ہزار

672 گاؤں بہالے گیا جبکہ بہت سے لوگ لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے زندہ درگور ہو گئے۔

اس سیلاب سے 33 لاکھ سے زائد افراد متاثر ہوئے۔ حکومت پاکستان کے جاری کردہ

اعداد و شمار کے مطابق 1 لاکھ 60 ہزار موبی بھی سیلابی ریلے کی نذر ہو گئے۔ خیبر پختونخوا

کے 80 فیصد پل اور سڑکیں تباہ ہو گئیں جب کہ تقریباً ایک ارب امریکی ڈالر مالیت

کی پراپرٹی زمین بوس ہوئی۔

2007ء کا سیلاب: میں سندھ کے ساتھ ساتھ بلوچستان اور خیبر پختونخوا بھی مون سون

بارشوں کی زد میں آ گئے۔ صوبے میں بارشوں اور برفانی تودوں کے گھسلنے سے 142 لوگ

اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے جبکہ دو ہزار سے زائد لوگ بے گھر ہو گئے۔ بلوچستان اور سندھ

میں 2007ء کے سیلاب کی وجہ سے 815 لوگ جان سے گئے اور ایک بڑی تعداد بے گھر

اور بے روزگار بھی ہوئی۔ اس تباہی سے ملک ابھی باہر نہیں آیا تھا کہ 2009ء میں تاریخ

کی سب سے زیادہ ہونے والی بارشوں نے کراچی شہر کو زیر آب کر دیا۔ اس سال کی

بارشوں نے کراچی میں 26 لوگوں کی جان لی جبکہ 150 سے زائد افراد شدید زخمی ہوئے۔

2010ء کا سیلاب: (تاریخ کا سب سے بڑا سیلاب) جولائی 2010ء میں غیر معمولی

مون سون بارشوں سے آنے والے سیلاب کے نقصانات کا اندازہ اس طرح لگایا گیا کہ

اس سے 20 ملین افراد متاثر ہوئے، تقریباً دو ہزار اموات ہوئیں، ہزاروں مکانات تباہ،

17 ملین ایکڑ زمین متاثر جبکہ معیشت کو تقریباً 43 ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔ عالمی بینک

کے مطابق 1950ء سے 2010ء تک پاکستان میں آنے والے سیلابوں سے 8887

لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ایک لاکھ نو ہزار 822 دیہاتوں کو جزوی یا کلی طور پر

نقصان ہوا۔ ایک کروڑ 40 لاکھ ملین ہیکٹر پر کھڑی فصلیں تباہ ہوئیں اور سیلاب سے

پاکستانی معیشت کو پچھنچنے والے نقصان کا تخمینہ 19 ارب ڈالر ہے۔ 2010ء کی اس بڑی

تباہی کے اگلے ہی سال 2011ء میں صوبہ سندھ پھر سے مون سون بارشوں کی لپیٹ میں

آ گیا اور ستمبر 2011ء میں بارشوں کے باعث آنے والے سیلاب سے 361 لوگ اپنی

جان کی بازی ہار گئے جبکہ 53 لاکھ لوگ اس سیلاب سے متاثر ہوئے۔ اس سیلاب کی تباہی

نے 12 لاکھ گھروں کو کھنڈر میں تبدیل کر دیا جبکہ 17 لاکھ ایکڑ زریع رقبہ زیر آب آ گیا۔

2013ء میں اگست کے مہینے میں پاکستان کے ساتھ ساتھ افغانستان کو بھی بارشوں کے

باعث خاصا نقصان اٹھانا پڑا۔ اس سیلاب میں پاکستان میں 180 افراد جاں بحق جبکہ

66 ہزار لوگ اس سیلاب سے متاثر ہوئے۔ ستمبر 2014ء میں مون سون کی بارشوں نے کشمیر، گلگت اور پنجاب کے بیشتر علاقوں کو متاثر کیا۔ اس سال سیلاب کے باعث ضلع جھنگ کے 350 جب کہ ضلع ملتان کے 300 گاؤں زیر آب آ گئے۔ نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی این ڈی ایم اے کے مطابق 257 لوگ ہلاک ہوئے جبکہ 11 لاکھ لوگوں کو سیلاب نے متاثر کیا۔ 2016ء میں مون سون سے قبل پری مون سون کی بارشوں نے تباہی کا آغاز کیا۔ این ڈی ایم اے کے مطابق بارشوں کے باعث 424 لوگ جان سے گئے۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ ان 424 لوگوں میں 153 بچے بھی شامل تھے۔ 2019ء میں سیلاب اور طوفان کی وجہ سے 140 سے زائد انسان جاں بحق ہوئے جبکہ 1500 سے زائد خاندان بے گھر ہو گئے۔ اس کے بعد 2020ء میں کراچی کی تاریخ کے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے اور صرف 12 گھنٹے میں 231 ملی میٹر بارش ریکارڈ کی گئی۔ اس بارش کے باعث کراچی کے گجر نالے سمیت بیشتر نالے ابل پڑے اور سیلاب نے کراچی شہر کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس سیلاب کی وجہ سے کراچی کے 41 شہری موت کا شکار ہوئے جبکہ متعدد گھروں کو طبلے کے ڈھیر میں تبدیل ہوتے دیکھا گیا۔ 2022ء کے تباہ کن سیلاب کا سبب غیر معمولی مون سون بارشیں اور گلوبل وارمنگ کے اثرات بتایا گیا۔ اس سیلاب سے 33 ملین افراد کے متاثر ہونے، تقریباً 1739 اموات، 2 ملین مکانات تباہ، 7.9 ملین لوگوں کے بے گھر ہونے اور 30 ارب ڈالر سے زائد کے معاشی نقصان کا اندازہ کیا گیا۔ اس سیلاب سے بلوچستان، سندھ اور جنوبی پنجاب سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔

قدرتی آفات دراصل انسان کو چھوڑنے کے لیے آتی ہیں۔ اگرچہ اس کی سائنسی وجوہات کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا مگر صرف ان آفات کو سائنسی توجیہات سے جوڑنا قطعاً قرین انصاف نہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کائنات کا خالق، مالک اور رازق ہے، اس نے اس کائنات اور اس میں بسنے والی تمام مخلوقات کو بالخصوص جن و انس کو ایک خاص مقصد کیلئے پیدا کیا ہے۔ جب انسان اللہ کے مقاصد تخلیق کو پورا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اپنی دیگر مخلوقات کے ذریعے انسان کو چھوڑنے کا اہتمام کرتا ہے۔ قدرتی آفات بھی ان میں سے ہی ہیں۔ ان آفات سے انسان کو رجوع الی اللہ کا موقع ملتا ہے۔ مرحوم قائد پروفیسر ساجد میر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں بتایا تھا کہ ”اگر تو ان آفات کے بعد انسان اللہ کی طرف لوٹ آئے تو یہ آفات آزمائشیں ہوتی ہیں اور اگر رجوع الی اللہ نہ ہو تو یہ عذاب کی صورت بن جاتی ہیں۔“ ہم سمجھتے ہیں کہ ہر سال آنے والے یہ سیلاب جو تباہی مچاتے ہیں اس پر ”قدرتی آفات کا مقابلہ“ کرنے کا ڈھنڈورا پیٹنے کی بجائے، توبہ و انابت کی بات کرنی چاہیے۔ لوگوں کو اس بات پر ابھارنا چاہیے کہ وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اور اللہ کی طرف لوٹ آئیں۔ سیلاب سے انسانی جانوں کا ضیاع لاکھوں لوگ بے گھر، فصلوں، مویشیوں اور زرعی زمینوں کی تباہی، انفراسٹرکچر (سڑکیں، پل، ریل، اسکول، اسپتال) کی بربادی ملکی معیشت کو اربوں ڈالر کا نقصان ہوتا ہے جس کا خمیازہ بعد میں مہنگائی اور اشیائے ضرورت کی قلت و قحط کی صورت میں آفت سے بچ جانے والوں کو بھی بھگتنا پڑتا ہے۔

قدرتی آفت ایک تو ان کے لیے آزمائش بنتی ہے جو براہ راست اس کا شکار ہوتے ہیں، جن کے مکانات، مویشی، جانور، اموال و املاک تباہ ہو جاتے ہیں جو کل تک دینے والے ہوتے ہیں، اس مصیبت کے بعد وہ بے چارے ہاتھ پھیلائے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر مبینہ طور پر ایک صاحب کا بیان چل رہا ہے کہ اس نے سیلاب کی رات سے قبل اپنی دکان میں 60 لاکھ روپے کا سامان ڈالا اور صبح ہونے پر سارے کا سارا ہی سیلاب برد ہو گیا۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ لیکن یہ آفت دوسری طرف ان لوگوں کا بھی امتحان ہوتی ہے جنہیں اللہ نے اس مصیبت سے بچایا ہے کہ کیا وہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مصیبت میں ان کی مدد پر کمر بستہ ہوتے ہیں۔ کیا وہ جذبہ اخوت کا احیاء کرتے ہیں۔ کیا وہ تعاون علی البر پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات بہت شفاف ہیں، اسلام انسانیت کے احترام کا قائل ہے، مصیبت کسی پر بھی آجائے بلا تفریق مذہب اس کی مدد کرنا سنت نبوی ہے، اہل مکہ جب قحط سالی کا شکار ہوئے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو خط لکھا، اپنے حالات بیان کئے اور مدد کی درخواست کی تو رسول رحمت ﷺ نے فوری طور پر ان کی مدد بھی کی اور سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کیلئے گندم کی ترسیل کا حکم نامہ جاری فرمایا۔ یہ تو کفار اور جان کے دشمنوں سے معاملہ تھا، اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے، ضرورت مندوں کیلئے بھی آپ کا در سخاوت ہمیشہ کھلا ہی رہتا تھا۔ ایک شخص مالی اعانت کا سوال لیے حاضر ہوا تو اصحاب رسول ﷺ نے آپ کی زبان اقدس سے ”تصدقوا، تصدقوا“ کا قافارہ سنا۔ لوگوں نے مجبور بھائی کی مدد کرتے ہوئے اشیائے خورد و نوش اور ضروریات زندگی مہیا کر دیں۔ مہربان نبی ﷺ نے اس سائل کے چہرے کو ان ساری چیزوں کا مالک بنادیا، اس کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھے تو مزید مہربانی کرتے ہوئے ایک بار پھر ”تصدقوا، تصدقوا“ کا حکم فرمایا۔ فرمانبردار شاگردوں نے ماتھے پر سلوٹ ڈالے بغیر ایک بار اطاعت پر کمر باندھ لی۔ یہ ہمارے نبی ﷺ کا اسوہ ہے، آج اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کیلئے اسی حکم پر عمل کی ضرورت ہے۔ بونیر، سوات، شانگلہ اور دیگر متاثرہ علاقے ہمارے تعاون کے منتظر ہیں، ہماری قوم بحمد اللہ سخی ہے۔ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد پر ہمیشہ کمر بستہ رہتی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ حکومت کے ساتھ ساتھ عام پاکستانی بھی اس نیکی سے محروم نہیں رہیں گے۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے امیر سینیٹر ڈاکٹر حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی ہدایات اور مرکزی مجلس عاملہ کے فیصلے کے تحت جماعت کے شعبہ خدمت خلق ”الفلح فاؤنڈیشن“ کے ذمہ داران متاثرہ علاقوں میں پہنچ چکے ہیں، سروے مکمل ہو چکا ہے اور اب امدادی سرگرمیاں جاری ہیں۔ ہم جماعت کے تمام ضلعی و شہری ذمہ داران سے اپیل کرتے ہیں کہ قائد اہلحدیث کے حکم کے تحت اپنے امدادی فنڈز مرکز اہلحدیث لاہور میں جمع کروائیں تاکہ منظم انداز میں یہ رقوم اور اشیائے ضرورت مستحقین تک پہنچ سکیں۔ مصیبت زدہ بھائیوں کیلئے خصوصی دعائیں بھی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی نصرت و اعانت سے ان کی پردہ پوشی فرمائے اور ان کے نقصانات کا ازالہ اپنی خاص رحمت سے کر دے، اس آفت کو آزمائش ہی رکھے عذاب نہ بنائے، آمین۔

احکام و مسائل

شیخ الحدیث مفتی حافظ محمد الیاس اثری رحمہ اللہ
 شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ اہل حدیث، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
 فون نمبر: 0301-6411109، واٹس ایپ: 0302-6472519
 ادارہ: 042-37720257، 0302-4007314
 ای میل ایڈریس: weeklyahlehadith@yahoo.com

توبہ کی قبولیت کے لیے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ ڈالنے کا کیا حکم ہے؟

سوال ① کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں قرآن پاک میں ارشاد ہے ”اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو میرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور معافی مانگیں ان کیلئے رسول اللہ ﷺ بھی، تو بے شک اللہ تعالیٰ کوتاہی قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ [النساء] ② کیا رسول اللہ اپنی قبر انور میں دنیوی زندگی کی طرح زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں؟ رزق کھاتے ہیں؟ ③ کیا رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کیلئے دور دراز سے سفر کر کے آنا درست ہے؟ قبر انور کی زیارت حاصل کرنے والے کو کیا شرف حاصل ہوتا ہے؟ مسائل: محمد ابو ذر رضاء

جواب ① جس آیت کا آپ نے ترجمہ لکھا ہے، وہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ منافقین نے آپ کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا تھا، ان کے حق میں کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ آپ کے پاس آتے، گناہ کا اعتراف کرتے، اللہ سے توبہ کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو اللہ پاک ان کو معاف کر دیتے۔ یہ اس آیت کا مفہوم ہے کہ واقعہ صرف آپ کی زندگی تک محدود ہے۔ قواعد کی روشنی میں یہ بات صحیح ہے کہ وہ منافق آئے اور نہ آپ نے ان کے لیے سفارش فرمائی، اگر وہ آتے تو آپ سفارش فرماتے، نہ وہ آئے اور نہ ان کی سفارش کی گئی۔ معلوم ہوا کہ یہ صرف آپ کی زندگی تک تھی، کیونکہ وفات کے بعد کسی صحابی سے بھی اس نیت سے قبر انور پر حاضر ہونا ثابت نہیں اور نہ ہی غائبانہ پکارنا کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے، اگر کسی صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے تو پھر انکار کی گنجائش ہی ختم ہو جاتی ہے، بلکہ اس کے برعکس ایسا مواد کتب حدیث میں ملتا ہے، جو ہمارے مدعی کی تصدیق کرتا ہے۔

س ② کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی قبر اقدس میں زندگی فی الجملہ ہے یعنی ایک خاص قسم کی زندگی ہے اور وہ ہے برزخی زندگی نہ کہ دنیوی زندگی، کیونکہ اس زندگی کے بارے میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ [البقرة: 154] کہ تم شہداء کی زندگی نہیں جانتے، ان کی زندگی برزخی ہے، سارے ایمان والوں کی زندگیاں برزخی ہیں، حتیٰ کہ کفار کی زندگیاں بھی برزخی ہیں، اور اگر وہ زندگی ہماری دنیوی زندگی کی طرح ہوتی تو ہم اس کو جانتے ہوتے۔ معلوم ہوا کہ وہ ایک الگ قسم کی زندگی ہے جس کو ہم نہیں جانتے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ کہ تم اس برزخی زندگی کو نہیں جانتے، پھر وہاں جو ان کو رزق ملتا ہے وہ بھی اسی زندگی کے مطابق ملتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہم اس زندگی میں مکلف ہیں، برزخی زندگی میں ہم مکلف نہیں ہیں۔

س ③ کا جواب نبی ﷺ نے فرمایا: تین مسجدوں کے سوارخت سفر نہ باندھا جائے: میری یہ مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔ [صحیح مسلم: 1397] یعنی ان تین مساجد کی طرف ثواب

کی نیت سے، اللہ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے سفر کرنا بالکل جائز ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو آدمی مسجد نبوی کی زیارت کے لیے جائے اور قبر مبارک کی زیارت کر لے، تو کوئی حرج نہیں، خاص کر قبر اقدس کی نیت سے جانا شریعت نے اس کی اجازت نہیں دی، اگر کوئی آدمی جاتا ہے تو اس کو شکر نہیں کہا جاسکتا۔ یہ جو حدیث مشہور ہے کہ (مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي) [الدارقطنی: 2658]

”جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔“ یہ بھی جھوٹ ہے اور متن کے اعتبار سے منکر ہے۔ اس کا ایک راوی عبداللہ بن ابراہیم غفاری اور دوسرا عبدالرحمن بن زید بن اسلم منکر اور جھوٹے تھے۔ [الصارم المنکی] قیامت کے دن نبی ﷺ کی شفاعت کا مستحق صرف ایسا گناہگار موحود ہوگا جس نے صدق دل سے ”لا الہ الا اللہ“ کا اقرار کیا ہوگا۔ لہذا وہی کام کرنا چاہیے جو ہمارے لیے مشروع اور جائز ہے، محبت کے نام پر غلو نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی مخالفت میں آکر غلط فتویٰ یا غلط لفظ بولنے چاہئیں، اللہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ واللہ اعلم!

غیر مسلم جوڑے کا اسلام قبول کرنے کے بعد نکاح کا حکم

سوال ایک عیسائی جوڑے نے اسلام قبول کر لیا ہے، کیا ان کا نکاح برقرار رہے گا؟ اور کیا ولی کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے؟ مسائل: محمد اسحاق شہباز

جواب جب بھی کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرتا ہے تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ دونوں اکٹھے مسلمان ہوں، تو ان کا نکاح بحال رہے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان میں سے اگر ایک اسلام قبول کرے اور دوسرا نہ کرے تو ان کا نکاح خود بخود ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ مسلمان مرد کا غیر مسلم عورت سے نکاح نہیں ہوتا اور اگر ہوا ہو تو ٹوٹ جاتا ہے۔ رہا ولی کے بغیر نکاح تو یاد رکھیں کہ مرد کے لیے ولی کی ضرورت نہیں، وہ نکاح کرنے میں خود مختار ہوتا ہے، ولی کی ضرورت صرف عورت کے لیے ہے، کیونکہ وہ ناقص العقل ہے اور وہ اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنے میں عموماً درست سمت اختیار نہیں کرتی، اس کے لیے اسلام نے شرط لگائی ہے کہ وہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔ اب اگر اس کا کوئی مسلمان ولی نہیں تو حکومت اس کی ولی ہوگی۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ [سنن ابن ماجہ: 1880] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: جس کا کوئی ولی نہ ہو، اس کا ولی حاکم ہے، لہذا اس جوڑے کو حکومت سے اجازت لینی چاہیے یا حکومت خود ہی ان کے نکاح کا بندوبست کر دے تو یہ نکاح درست ہے۔

نوٹ: اسلام قبول کرنے کے بعد عورت کو ایک ماہواری کا انتظار کرنا ہوگا، جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کا رحم صاف ہے۔ واللہ اعلم!!

سیرت نبوی ﷺ اور واضح کامیابی

رسول اللہ ﷺ نے واضح آیات، پاکیزہ سنت اور معطر و پاکیزہ سیرت کے ساتھ حق کو ممتاز کیا

مزین ہونے کے بعد یہ مقاصد اور بھی روشن ہو گئے ہیں۔ رسالت محمدیہ کا عمومی مقصد انسانیت پر رحمت و شفقت کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الانبیاء)

”ہم نے جو آپ کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔“

یہ مقصد رب العالمین کی توحید کی دعوت اور عمدہ اخلاق کی تکمیل سے حاصل ہوگا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”مجھے عمدہ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔“

خطبہ حرم

امام حرم
الشیخ عبدالرحمن السدیس

ترجمہ: الشیخ عاطف الیاس (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

نظر ثانی: الشیخ مولانا محمد جمل بھٹی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے توحید پر مبنی رحمت و نرمی والا دین دے کر بھیجا گیا ہے۔“

خیر البشر کی سیرت نے جس طرح ہماری دینی ضروریات کی حفاظت کی ہے، ہم اس طرح کی حفاظت بھلا کیسے کر سکتے تھے؟ دین کی حفاظت، عقیدے کے بیان اور معالم دین کی وضاحت کے لیے نبی کریم ﷺ کی ہدایات اور توجہات سے بڑھ کر خوبصورت ہدایات کوئی نہیں ہو سکتیں۔ پھر آپ ﷺ غیر مسلموں کو بھی دین کی دعوت دیتے۔ آپ کی دعوت میں دین اسلام کی عظمت، جامعیت، کمال اور رحمت کا اعلان ہوتا تھا۔ مختلف بادشاہوں اور امراء کو لکھے گئے۔ خطوط میں خیر خواہی، مکالمہ، اصلاح اور محبت کا پیغام ہوتا تھا۔ آپ ﷺ انہیں محبت و الفت، امداد باہمی، سلامتی، اجتماع اور دین اسلام کو تھامنے کی

دعوت دیتے۔ جو مسلمان ہو جاتا وہ سلامتی پا لیتا اور دوسرے کو سلامتی پہنچانے والا بن جاتا۔ اگر جنگ کے حالات پیدا ہوتے تو بھی نرمی، درگزر اور خون نہ بہانے کی جانب غالب ہوتی۔ آپ دو عظیم مقاصد کو اکٹھا کرتے۔ دین کی حفات اور انسانی جانوں کا تحفظ۔“

مند احمد میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: ”آپ نے جب بھی کسی قوم سے جنگ لڑی، پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی۔“

صحیحین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جنگ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: ”آہستہ آہستہ جاؤ، جب یہودیوں کے میدان میں پہنچ جاؤ تو انہیں اسلام کی دعوت دینا، کیونکہ اللہ کی قسم! اگر اللہ تیرے ذریعے ایک آدمی کو ہدایت بخش دے تو وہ تیرے لیے (غنیمت کے) سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔“ اللہ اکبر۔ شاعر کہتا ہے: ”آپ کے اخلاق پر اخلاق ختم ہو جاتے ہیں، آپ کے اخلاق اخلاقیات کی تکمیل ہیں، آپ ابتدا ہی میں دوسروں کے انتہائی اخلاق پر غالب آ جاتے ہیں، آپ سے پہلے لوگوں نے ایک ہزار عالی اخلاق پیش کیے لیکن آپ ان سب پر غالب آ گئے۔“

امت ایمان! پاکیزہ سیرت نبوی میں جو عالی مقاصد بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ خواتین، بوڑھوں، زخمیوں، بیماروں، معذوروں، راہبوں وغیرہ کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے انسانی جانوں کی حفاظت کے لیے انہیں قتل کرنے سے روک دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے انسانی نسل کو محفوظ کرنے کیلئے بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی لشکر بھیجتے تو فرماتے: ”اللہ کے نام پر چلو، اللہ کی راہ میں جہاد کرو، بد عہدی مت کرو، خیانت مت کرو، لاشوں کی بے حرمتی نہ کرو، بچوں اور راہبوں کو مت قتل کرو۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی انتہائی بوڑھے کو مت مارو، کسی بچے اور عورت کو مت قتل کرو، اصلاح کرو اور احسان کرو بلاشبہ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ (ابوداؤد)

حمد و ثناء کے بعد! برادران اسلام! جو شخص حسن فہم کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کرے اور تاریخ کے میدانوں میں جستجو کے گھوڑے دوڑائے تو اسے چمکتے پانی سے بھی زیادہ صاف پانی کا چشمہ نظر آئے گا، خالص نچتے شہد سے بھی صاف چشمہ اسے دکھائی دے گا۔ یہ خوبصورت چشمہ خیر البشر کی معطر اور عالی مرتبت سیرت کے روشن اور منور صفحات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی آپ پر ہو۔ آپ ﷺ ہی پاکیزہ طینت کا مرجع اور چار سو پچھلی نیکی کا سرچشمہ ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے: ”اللہ نے انہیں رفعت و بلندی ہی عطا کی اور جسے عرش والا بلند کر دے اسے کوئی گرا نہیں سکتا۔“

برادران اسلام! بعثت نبوی سے پہلے تاریخ ایک اندھیری رات کی طرح تھی۔ حتیٰ کہ روشن اور واضح ہدایت آ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے واضح آیات، پاکیزہ سنت اور معطر و پاکیزہ سیرت کے ساتھ حق کو ممتاز کیا۔

آپ کی سیرت ہی سب سے شیریں جھرنہ ہے، سعادت مندی اور کامیابی، تعمیر و اصلاح کے خواہش مند پیروکاروں اور مقتدیوں کے لیے عظیم ترین چشمہ ہے۔ یہ بات ہر خاص و عام تسلیم کر چکا ہے۔ دلائل و نصوص نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت وہ روشن اور جگمگاتا نور ہے، جو ہمارے عقیدے اور عبادات کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ سیرت و کردار اور تربیت و اخلاقیات کے لیے عالی منزل چشمہ ہے۔ انسانی اور عالمی تعلقات کے لیے چمکتا سورج ہے کیونکہ اس میں شرعی مقاصد اور ضروری آداب سبھی آ گئے ہیں۔

سیرت کے حالات کو پیش کرنے میں اگرچہ مختلف لوگوں کا طرز بیان مختلف ہوتا ہے لیکن یہاں ایک نہایت اہم پہلو کی طرف توجہ مبذول کرانا بھی ضروری ہے اور وہ ہے ”اہداف و مقاصد کا پہلو۔“

برادران اسلام! سیرت نبوی بڑی واضح طور پر مقاصد شریعت سے لبریز ہے۔ بلکہ پاکیزہ اور معطر سیرت سے

الفاظ کے یہ دائمی موتی اور بلند مرتبہ ستارے سیرت محمدیہ کے ہیں جو جامع رحمت اور نرمی کے جذبات سے لبریز ہیں۔ اسلام کے مبادیات اور شریعت کے عظیم مقاصد کے ساتھ چمک رہے ہیں۔

اسی طرح سیرت نبوی انسانی نسل کو قتل و بربادی سے بچانے کے لیے نرمی اور شفقت کے مقاصد کے ساتھ روشن ہے۔ عقل انسانی کی حفاظت بھی سیرت نبوی کے مقاصد میں شامل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نشہ آور اشیاء اور شراب سے منع کیا ہے۔ ہر وہ چیز جو ہوش و حواس ختم کر دے اس سے منع کر دیا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ آور حواس باختہ کرنے والی چیز سے منع کیا ہے۔

عقل حواس کی بنیاد ہے اور فرائض کی سب سے بڑی مخاطب ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”مقصود کے اعتبار سے عقل سب سے اہم چیز ہے، نفع کے لحاظ سے سب سے عظیم حواس ہے۔ اسی کی بنا پر اسلامی احکامات اسی پر لاگو ہوتے ہیں۔ معاملات کے درست ہونے اور عبادات کی ادائیگی کے لیے عقل صحیح ہونے کی شرط ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”شریعت نے عقل کی حفاظت کا اس کے نقص کو دور کرنے کا حکم دیا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾
”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہ شراب اور جو اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔“ (المائدہ)

شاعر کہتا ہے: ”آدمی کے لیے اللہ کی افضل ترین نعمت عقل ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اس کا مقابل کوئی نہیں۔ جب رحمان کسی شخص کی عقل مکمل کر دیتا ہے تو اس کے اخلاق اور مقاصد مکمل ہو جاتے ہیں۔“

چونکہ عقل کو بڑی اہمیت حاصل ہے اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی حفاظت کا خوب اہتمام کیا ہے۔ لہذا آپ نے نشہ آور اشیاء اور منشیات سے روکنے کے

علاوہ مسلمان شخص کو منع کیا کہ وہ دوسروں کی رائے کا مقلد ہو۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”دوسروں کی رائے کے مقلد مت بنو، یہ مت کہو کہ اگر لوگ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی اچھا سلوک کریں گے اور اگر انہوں نے ظلم کیا تو ہم بھی ظلم کریں گے۔ خود کو احسان پر آمادہ کرو، اگر لوگ احسان کریں تو تم بھی احسان کرو۔ اگر وہ برا سلوک کریں تو تم ظلم مت کرو۔“

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اعتدال اور میانہ روی کا بھی اہتمام کیا ہے۔ غلو اور انتہا پسندی سے بچایا ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی دنیا سے کنارہ کشی کے لیے شادی نہ کرنے کی خواہش رد کر دی۔ اسی طرح آپ نے ان تین صحابہ کی خواہشات کو بھی رد کر دیا جو آپ کے گھر آپ کی عبادت کے بارے پوچھنے آئے تھے۔ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں آپ کی عبادت کے بارے بتایا تو انہوں نے اپنی عبادت کو بہت کم محسوس کیا۔ بلکہ آپ نے بڑے واضح اور علانیہ الفاظ میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری اور معاذ رضی اللہ عنہما کو فرمایا: ”آسانی پیدا کرو، اور مشکل مت پیدا کرو، خوشخبری دو اور نفرت مت پھیلاؤ، آپس میں متفق رہو اور باہم اختلاف نہ کرو۔“ (بخاری مسلم)

فضول باتیں کرنے والے، غافل دل والے اس سیرت سے رہنمائی کیوں نہیں لیتے کہ جن کے دلوں پر رنگ چڑھ چکا ہے۔ دنیا کی زندگی میں ان کی کوششیں برباد ہو چکی ہیں اور وہ اپنی گمراہی میں مگن ہیں، اور اندھیروں میں ٹکریں مار رہے ہیں۔ وہ اس چمکتے نور سے دور کیوں ہیں۔ وہ نور جو انہیں معاملات کو سمجھنے، مخلوق کیلئے آسانی پیدا کرنے اور انہیں مشکل سے بچانے کے لیے عقل کے خوب صورت استعمال کی ترغیب دیتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

”یہ وہ حسن ہے جو سارے جہاں کی خوبیاں اپنے دامن میں سمیٹ کر ہر خوبی سے کہیں آگے بڑھ گیا ہے۔“
امت اسلام! پاکیزہ سیرت نبوی سے حکمت اور رہنمائی کا ایک اور موتی نکالا جاسکتا ہے جو ضروریات زندگی میں سے ہے اور وہ ”مال“ کی حفاظت ہے۔ اگرچہ وہ دشمن کا مال ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام نے ان کی حفاظت کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ جنگ کے دوران بھی درخت اور فصلیں جلانے،

جانور ہلاک کرنے اور عمارتوں یا گھروں کو برباد کرنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ معاشرہ تباہی و بربادی سے محفوظ رہے۔ اسی طرح معصوموں کو بکڑنے اور ڈاکہ ڈالنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے مقصود زمین میں فساد پھیلانا ہوتا ہے اور اللہ فساد یوں کو پسند نہیں کرتا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی اسلامی لشکر روانہ کرتے تو فرماتے: ”اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ، کسی چشمے کو بند نہ کرنا، کوئی درخت نہ کاٹنا، سوائے اس درخت کے جو لڑائی میں رکاوٹ بنے، بدعہدی نہ کرنا اور خیانت نہ کرنا۔“ (بیہقی)

امت اسلام! اس پاکیزہ عمدہ اور بلند مرتبہ سیرت میں دیگر ضروری مقاصد کے ساتھ ساتھ ضروریات زندگی میں آسانی پیدا کرنا بھی ایک اہم مقصد ہے۔ مخلوق کے دینی امور میں وسعت دی گئی ہے اس سے انسانی فائدے میں رکاوٹ بننے والی تنگی، مشقت اور حرج کو دور کیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ دین آسان ہے، جس شخص نے بھی سختی کرنے کی کوشش کی، دین اس پر غالب آ گیا، لہذا درست عمل کرو، قریب قریب رہو اور خوشخبری دو۔“ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیرت میں آسانی اور محرمات کی تعظیم کو جمع کیا ہے، لہذا مقاصد کے حصول میں اور انجام کے اعتبار سے مثالی نظام قائم کیا ہے۔

6ھ میں آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ کی، اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس اللہ کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قریش مجھ سے ایسا کوئی بھی مطالبہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی تعظیم ہو تو میں ان کے مطالبے کو ضرور قبول کر لوں گا۔“ (بخاری)

اس روز صحابہ کرام کو بہت زیادہ تکلیف اور تنگی محسوس ہوئی۔ ایسی کہ جس تکلیف کی شدت مضبوط پہاڑ بھی برداشت نہ کر سکتے۔ وہ خیال کر رہے تھے کہ انہوں نے قریش کی شرطیں مان کر دینی کمزوری کا اظہار کیا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ فتح مبین تھی۔

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”تم فتح مکہ کو عظیم فتح شمار کرتے ہو حالانکہ ہم صلح حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح مبین سمجھتے ہیں۔“ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو بڑی عظیم کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ان میں سے ایک اس

علمائے امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ساری دنیا کے سامنے مکمل خود اعتمادی اور پورے فخر کے ساتھ سیرت کے مقاصد بیان کریں۔ سیرت میں عدل، رحمت، سلامتی، بہترین اخلاق، اعلیٰ کردار اور امن وامان کے پہلو بیان کریں۔ امت اسلامیہ کو آج سے بڑھ کر کبھی چراغ نبوت سے روشنائی حاصل کرنے کی اور آپ ﷺ کی معطر سیرت سے ہدایت حاصل کرنے کی اور اس کی روشنی میں چلنے کی اتنی ضرورت نہیں رہی، کیونکہ امت اسلامیہ آج ما ختی، کمزوری اور کنارہ کشی کے ویرانوں میں بھٹک رہی ہے اور فتنہ فساد کے ساتھ تو گویا کہ بندھ چکی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ہدایات سے کوسوں دور جا چکی ہے اور اب تو دشمنان اسلام مسلمانوں کے مقامات میں بھی فساد پھیلاتے پھرتے ہیں۔

دیکھیے! آج بھی وہ نبی کریم ﷺ کا مقام معراج اور تیسری مقدس ترین مسجد میں جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور دہشت گردی پھیلا رہے ہیں۔ اللہ ہماری اس مقدس مسجد کو یہودی غاصبوں سے نجات عطا فرما کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی فرمائے اور قیامت تک اسے باعزت اور باوقار رکھے۔ نوجوانان امت کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی فکر کی حفاظت کریں، مشکوک جھنڈوں کو گرا ڈالیں، غیر حقیقی نعروں کو ٹھکرا دیں اور سیرت کی گھنی چھاؤں کے سائے میں آجائیں کیونکہ یہی ہمارا تاریخی سرمایہ ہے، یہی علمی، عملی، اخلاقی اور سماجی نصاب ہے کہ جس سے نبوی چراغ سے روشنی حاصل کر کے اسے پھیلانے والے اصول لیتے ہیں اور اپنی بقا کا سامان کرتے رہتے ہیں۔

آئیے! رسولوں کے سردار کی سیرت اور ہدایات پر عمل کریں اور سنت نبوی کو پھیلانے کے لیے عصر حاضر کے تمام تر وسائل استعمال کریں تاکہ ساری دنیا کے سامنے دین اسلام کی اچھائیاں واضح ہو جائیں۔

ہمیں سیرت کے مقاصد کو جاننے کے لیے اس کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیے، تاکہ اس دور میں کہ جس میں فتنوں کا ٹھٹھیں مارتا سمندر اپنے عروج پر ہے اور ہمارے بہت سے بھائیوں کو قتل و غارت، جلا وطنی اور جنگوں کا سامنا ہے، تاکہ ہم سیرت کی مدد سے اپنے اعمال کے نتائج دور اندیشی کے ساتھ معلوم کر سکیں۔

ساتھ کھیلنے اور شریعت کے مسلمات سے چھیڑ چھاڑ کا دور ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ إِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (آل عمران)

”درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔“

دوسرا خطبہ: حمد و صلوة کے بعد! اے مسلمانوں کی جماعت! آج، جبکہ دنیا کو جنگوں اور مصیبتوں کا سامنا ہے، امت اسلامیہ کا فرض ہے کہ وہ سیرت نبوی ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور گہرائی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرے، زندگی کے ہر گوشے میں نبی کریم ﷺ کی سیرت کے ساتھ جڑ جائے اور ہمیشہ جڑی رہے، اسے اچھی طرح سمجھ لے اور سیرت کے ہر پہلو پر عمل کرے، تاکہ وہ کمزوری اور فتنوں کی زنجیروں سے آزاد ہو جائے جن میں وہ اس مشکل اور پریشان کن زمانے میں گھری ہوئی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ کچھ لوگوں نے وحی الہی اور سنت نبوی کو چھوڑ کر دوسرے راستے اختیار کر لیے ہیں، سیرت کو محض قصہ کہانی کے طور پر لیا ہے اور سیرت نبوی کے مقاصد اور اہداف سے غافل ہو گئے ہیں۔ ایسے لوگوں نے ظاہری ہیئت اور شکل و صورت پر بہت زیادہ توجہ دی ہے جب کہ حقائق، اصلی اوصاف اور عظیم مقاصد سے غافل رہے ہیں۔

آئیے! ہم تباہ کن مکر کا نعرہ لگانے والوں کی زبان کو لگام دیں، بلند اور گونجتی آواز میں نعرہ لگائیں کہ دین کی عزت اور نصرت کا مرکز سیرت محمد ﷺ ہی ہے۔ سیرت کے واقعات کے مطالعہ اور تحقیق کے ذریعے ہی امت کو عزت اور نصرت نصیب ہو سکتی ہے۔ سیرت رسول ﷺ اس دور کی وہ ترقی کی طرف لے جانے والی بولی ہے کہ امت کو قیادت اور حکمرانی پر فائز کر سکتی ہے۔

بلند ترین اور عظیم اسلامی مقصد کا حصول بھی تھا۔ جسے کہا جاتا ہے: ”عظیم فائدے کی خاطر کم تر فائدے کی قربانی دینا۔“ اور بلاشبہ دین اسلام محبت و الفت، صلح جوئی، سلامتی اور درگزر کا دین ہے۔

اسلام انتہائی ناگزیر حالات میں جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”دشمن سے جنگ کی تمنائمت کرو، اللہ سے سلامتی کی دعا کرو، پھر جب دشمن سے سامنا ہو جائے تو صبر سے کام لو۔“ اسی طرح آپ کے معاہدہ مدینہ میں بھی ایسی کئی مثالیں ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا اخلاق اسی طرح تھا، حتیٰ کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں ہونے والے معاہدے حلف الفضول کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ”میں نے عبد اللہ بن جدعان کے گھر ایک معاہدے میں شرکت کی۔ مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹوں کا حصول بھی پسند نہیں۔ آج اگر زمانہ اسلام میں مجھے ایسے ہی معاہدے کی دوبارہ دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کر لوں گا۔“ (بخاری)

ان کا یہ معاہدہ نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور زائد مال تقسیم کرنے کے لیے تھا، اسی طرح لوگوں کے فائدے کی کئی دیگر چیزیں بھی اس میں شامل تھیں۔ جیسے ظلم کا خاتمہ، حقدار کو حق پہنچانا، عدل و انصاف کی فراہمی اور خیر میں تعاون کرنا۔ امن وامان اور سلامتی کو یقینی بنانا۔ اسی طرح سیرت نبوی کے ہر واقعے اور حادثے میں شریعت کے مقاصد واضح ہوتے ہیں۔

سید البشر کے پیروکارو! نبی مختار کی مبارک سیرت نبی کریم ﷺ سے محبت و الفت رکھنے والوں کے دلوں کو سیراب کرتی ہے اور ان کے دلوں کی آواز بن جاتی ہے۔ یہ کیسے نہ ہو، جبکہ آپ اللہ مالک الملک کے رسول ہیں۔ عدل و انصاف اور سلامتی کے علم برادر ہیں۔ آپ انسانیت کو انحطاط، بت پرستی اور گناہوں کے اندھیروں سے نکالنے کے لیے آئے ہیں۔

کیا آپ سے بڑھ کر انسانیت کے عظیم تربیت کرنے والے اور استاد کوئی ہیں؟ اور آپ سے بڑھ کر امت اسلامیہ کے افضل ترین معلم اور تہذیب سکھانے والے ہیں۔ خصوصاً دور حاضر میں جب کہ غلو، دہشت گردی، بم دھماکوں، گروہ بندی بدعات کی کثرت، دینی احکام کے

اجلاس مرکزی مجلس عاملہ و کابینہ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان

دستوری ترامیم، مجلس شوریٰ کی تعداد پر کمیٹی کا قیام، صوبائی کانفرنسز کے انعقاد کا فیصلہ، توہین رسالت و شعائر اسلام کی خلاف واضح لائحہ عمل کیلئے کمیٹی کا قیام

تعلیم و تربیت ہے اور اس کے لیے جماعت کا اہم ادارہ وفاق المدارس السلفیہ بہترین کردار ادا کر رہا ہے، اسے مزید بہتر بنانے کے لیے پروفیسر چوہدری یاسین ظفر صاحب کے ساتھ مشاورت رہتی ہے۔ اسی طرح تبلیغ کے میدان میں ہمیں بہترین انداز میں آگے بڑھنا ہے، جدید تقاضوں کو مد نظر بھی رکھنا ہے اور انبیاء و رسل ﷺ کی دعوت کو آگے بھی بڑھانا ہے۔ پیغام ٹی وی بھی جماعت کا ادارہ ہے اور تبلیغ دین ہی کی ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔ اسی طرح جماعت کا ترجمان رسالہ ”ہفت روزہ اہل حدیث لاہور“ کو بھی بہتر سے بہترین بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ امیر محترم نے اپنے خطاب میں توجہ دلائی کہ جماعت کے آئندہ اہداف کے تعین میں ہمیں آپ کی تجاویز درکار ہیں، ہم نے قاری صہیب احمد میر محمدی صاحب کی ذمہ داری لگائی ہے کہ احباب جماعت کی تجاویز کی روشنی میں ایک جامع لائحہ عمل تیار کریں تاکہ آئندہ اجلاس میں اس پر بحث کر کے اس کے مطابق کام کا آغاز کیا جاسکے۔ امیر محترم نے مرحوم امیر پروفیسر ساجد میر ﷺ کے صاحبزادے احمد میر صاحب کو جماعت کے اجلاس میں خوش آمدید کہا اور بتایا کہ احمد میر صاحب بھی ہماری کابینہ کا حصہ ہیں۔ اسی طرح مرکزی جمعیت اہل حدیث سعودی عرب کے امیر مولانا عبدالملک مجاہد ﷺ کی اجلاس میں خصوصی شرکت پر انہیں خوش آمدید کہا اور شکریہ بھی ادا کیا۔ امیر محترم نے تمام شرکائے اجلاس کے اعتماد اور آج کے اجلاس میں تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

صوبائی تنظیموں کی کارکردگی رپورٹ بھی ایجنڈے کی ایک شق تھی۔ اس پر سب سے پہلے وسطی پنجاب کے امیر مولانا حافظ محمد یونس آزاد ﷺ نے سب سے پہلے صوبائی تقسیم کے حوالے سے امیر محترم کے فیصلے کی مکمل تائید کی اور انہیں اپنے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ اس تقسیم کی

وسطی اور شمالی تین زونز میں تقسیم کے حوالے سے بھی ہاؤس کو اعتماد میں لیتے ہوئے فرمایا کہ اس تقسیم کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ جماعتی ربط بڑھے، کام میں وسعت پیدا ہو اور زیادہ سے زیادہ احباب جماعت کے قومی دھارے میں آئیں۔ ناظم اعلیٰ مولانا عبدالرشید مجازی ﷺ نے اجلاس کے آغاز میں بیس سے پچیس منٹ کی تاخیر پر معذرت کی اور آئندہ سے بروقت اجلاس شروع کرنے کا عزم دہرایا۔ انہوں نے ذمہ داران جماعت سے فرمایا کہ اپنی کارکردگی رپورٹس تحریری صورت میں جمع کروائیں اور یہاں مختصر ترین الفاظ میں بیان بھی کر دیں۔

امیر محترم نے اس موقع پر شرکائے اجلاس کا شکریہ ادا کیا اور اللہ تعالیٰ سے نیکی اور تعاون علی البر کے اس جذبے کی قبولیت کی اور توفیق مزید کی دعا فرمائی۔ امیر

جناب محمد ابراہیم ظہیر

محترم نے پروفیسر ساجد میر ﷺ کے لیے کلمات تحسین ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارے بزرگ تھے، جماعت پر ایک چھتری کی طرح تھے، انہوں نے جس محبت سے جماعت کو چلایا وہ محبت آج ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ اللہ پاک ان کی محنتوں کو قبول فرما کر مغفرت اور جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین۔ امیر محترم نے فرمایا کہ پروفیسر ساجد میر ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم جماعت کو زندگی کے تمام شعبوں میں نمایاں مقام دلوانے کے ان کے مشن کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ جماعت کے اس مشن کو توجہ، کوشش، اچھی منصوبہ بندی اور مشاورت کے ساتھ آگے لیکر چلیں گے۔ آپ احباب نے ہمارے کندھوں پر جو ذمہ داری ڈالی ہے ہمیں اس کا احساس ہے، ہم عہدوں کا لالچ کیے بغیر محض اللہ کی رضا کے لیے اسلاف کی اس امانت کو لیکر چلیں گے۔ جماعت کی سب سے اہم ذمہ داری نوجوان نسل کی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان سینیٹر ڈاکٹر حافظ عبدالکریم ﷺ کی امارت و صدارت میں مرکزی کابینہ و عاملہ کا پہلا باضابطہ اجلاس مورخہ 17 اگست 2025ء بروز اتوار مرکز اہلحدیث 106 راوی روڈ لاہور میں منعقد ہوا۔ قائم مقام ناظم اعلیٰ مولانا عبدالرشید مجازی ﷺ کی دعوت پر فضیلۃ الشیخ قاری صہیب احمد میر محمدی ﷺ کی تلاوت قرآن مجید سے اجلاس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ حسب روایت سابقہ اجلاس کی کارروائی رپورٹ راقم الحروف (محمد ابراہیم ظہیر) نے پڑھ کر سنائی۔ ہاؤس کی تائید کے بعد صدر مجلس امیر محترم نے توثیقی دستخط ثبت فرمائے۔

قائم مقام ناظم اعلیٰ مولانا عبدالرشید مجازی ﷺ (اس رپورٹ میں آگے جہاں بھی ناظم اعلیٰ کا ذکر ہوگا وہاں قائم مقام ناظم اعلیٰ ہی مراد ہوگا) نے استقبالیہ کلمات سے اجلاس کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمام اراکین کابینہ و عاملہ کو موسم کی شدت کے باوجود کثیر تعداد میں تشریف لانے پر خوش آمدید کہتا ہوں، شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی آپ احباب جماعت کے ساتھ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے رہیں گے۔ مرحوم امیر محترم سینیٹر پروفیسر ساجد میر ﷺ کی وفات کے بعد جماعت کی مرکزی مجلس عاملہ و کابینہ کا یہ پہلا باقاعدہ اجلاس ہے۔ یقیناً مرحوم امیر محترم کا سانحہ ارتحال پوری جماعت کے لیے عظیم صدمے کا باعث ہے۔ اللہ پاک آخرت میں ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور درجات بلند فرمائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے آپ احباب نے امیر محترم کے دست راست سینیٹر ڈاکٹر حافظ عبدالکریم ﷺ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے انہیں امیر منتخب کیا ہے۔ امیر محترم سینیٹر ڈاکٹر حافظ عبدالکریم ﷺ نے اپنے انتخاب کے بعد مجلس عاملہ و کابینہ میں کچھ رد و بدل بھی فرمایا ہے۔ جناب ناظم اعلیٰ نے صوبہ پنجاب کی جماعتی طور پر جنوبی،

توجہ پیش کرتے ہوئے امیر وسطیٰ پنجاب نے بتایا کہ اس تقسیم سے جہاں تنظیمی اسفار میں کمی آئے گی وہاں اخراجات کی مد میں بھی بہت بچت ہوگی۔ اس فیصلے پر ہم آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ امیر پنجاب نے اپنی تنظیمی کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ مجھے یونس آزاد، علامہ معصوم الہی ظہیر اور ڈاکٹر مطیع اللہ باجوہ پر مشتمل آپ کی اس ٹیم نے 29 لاکھ تیس ہزار دو سو روپے مرکزی بیت المال، پیغام ٹی وی اور الفلاح فاؤنڈیشن کی نشاطات کے لیے پیش کیے ہیں۔ صوبہ بھر میں تبلیغی پروگرامز اور کانفرنسز کا ایک جال جمد اللہ بچھا ہوا ہے، ان شاء اللہ آئندہ اس میں مزید بہتری لائیں گے۔ (امیر محترم نے اس کارکردگی کو سراہتے ہوئے وسطیٰ پنجاب کے ذمہ داران کا شکریہ ادا کیا، بالخصوص سابقہ دورانیہ میں علامہ سید محمد سبطین شاہ نقوی، علامہ عبدالرشید حجازی اور حافظ محمد یونس آزادی ٹرائیکا کی بہترین خدمات کو سراہتے ہوئے اس نئی ٹیم سے بھی اچھی توقعات وابستہ ہونے کی نوید سنائی۔)

صوبہ جنوبی پنجاب کے امیر پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمان شارق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ناظم اعلیٰ مولانا غلام اللہ محمدی حفظہ اللہ کی معیت میں تقریباً دو ماہ کی کارکردگی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ جنوبی پنجاب 14 اضلاع پر محیط ہے، جن میں سے ہم بھمد اللہ دس اضلاع کے تنظیمی دورے کر کے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ میرے رفقاء سرپرست اعلیٰ جنوبی پنجاب فضیلیہ الشیخ مولانا حافظ ظفر اللہ خان، ناظم اعلیٰ مولانا غلام اللہ محمدی، سینئر نائب امیر مولانا قاری سیف اللہ عابد اور سینئر نائب ناظم اعلیٰ مولانا عبدالرحیم گجر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر احباب کی رفاقت و معیت میں ہم مشاورت کے ذریعے کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ بہت جلد جنوبی پنجاب کا صوبائی سیکریٹریٹ قائم کریں گے۔ کارکنان کے ذاتی یا جماعتی کاموں میں معاونت کریں گے، ہر چھ ماہ بعد تمام اضلاع کے تنظیمی دورے کریں گے۔ تنظیمی، تبلیغی اور تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کریں گے۔ ملتان میں جنوبی پنجاب کی صوبائی کانفرنس بھی کریں گے، جنوبی پنجاب میں 'ہفت روزہ اہل حدیث' کی تعداد کم از کم ایک ہزار تک پہنچائیں گے۔ مرکز ہمارے ذمہ جو بھی فنڈز یا ڈیوٹی لگائے گا، اس کی تعمیل ہوگی۔ ان شاء اللہ! ان کے

بعد صوبائی ناظم اعلیٰ مولانا غلام اللہ محمدی نے بھی امیر محترم کا شکریہ ادا کیا اور اس تنظیمی تقسیم کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا۔ (امیر محترم نے اس رپورٹ پر شاباش دی اور کہا کہ ہمارا مقصد بھی تنظیمی کاموں میں اضافہ کرنا اور ربط و نظم میں مضبوطی تھا، کام بڑھ رہا ہے اور مزید بڑھے گا۔ ان شاء اللہ! ناظم اعلیٰ مرکزی نے اس رپورٹ کو تسلی بخش قرار دیتے ہوئے اعلان کیا کہ آج کے اجلاس کے ایجنڈے میں صوبائی کانفرنسز کا اعلان کرنا ہی تھا۔ تینوں زونز ملتان، لاہور اور راولپنڈی میں صوبائی کانفرنسز کا اہتمام کریں۔)

صوبہ شمالی پنجاب کے ناظم اعلیٰ مولانا ابوبکر صدیق حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے شمالی پنجاب کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارا تنظیمی صوبہ 11 اضلاع اور اسلام آباد پر مشتمل ہے۔ مولانا عبدالحامد عامر ہمارے سرپرست، الشیخ عتیق الرحمان شاہ امیر، مجھے ناظم اعلیٰ اور میاں اسحاق صاحب کو ناظم مالیات نامزد کیا گیا ہے۔ ہمارے اس نظم کو محض 20 دن ہوئے ہیں، اس دوران ہم نے اپنی کابینہ و عاملہ کی تشکیل کی ہے، ضلع انک اور مری کے دورے ہو چکے ہیں، ضلع خوشاب اور سرگودھا کے دورے 7 ستمبر کو جبکہ ضلع چکوال کا دورہ 14 اکتوبر کو ہوگا۔ مورخہ 13 اگست کو ہماری کابینہ کی تقریب حلف برداری واہ کینٹ میں ہوئی جہاں امیر محترم مہمان خصوصی تھے۔ آپ نے کابینہ سے حلف بھی لیا اور مفید نصائح بھی فرمائے۔ جلد ہی شمالی پنجاب کا سیکریٹریٹ قائم کر دیا جائے گا۔ فنڈز کے حوالے سے بھی قائدین کو مایوس نہیں کریں گے۔ (جناب ناظم اعلیٰ نے اس رپورٹ کو حوصلہ افزاء قرار دیتے ہوئے تحسین فرمائی)

امیر صوبہ خیبر پختونخوا مولانا روح اللہ توحیدی رحمۃ اللہ علیہ نے صوبہ خیبر پی کے کے دیگر گوں حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ سبھی احباب جانتے ہیں کہ صوبہ کے بعض اضلاع میں مختلف ایجنسیوں کے تھریٹس آتے رہتے ہیں، لیکن اسکے باوجود الحمد للہ کام جاری ہے۔ تبلیغی پروگرامز بھمد اللہ جاری ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ صوبہ خیبر پی کے کو بھی تنظیمی طور پر شمالی، وسطیٰ اور جنوبی میں تقسیم کر دیا جائے۔ چترال میں بھی تنظیمی کام کی بہت ضرورت ہے۔ رابلے کم ہیں، ہم کوشش کرتے ہیں لیکن وہاں کے ساتھی ہاتھ آگے نہیں بڑھاتے۔ ابھی حال ہی میں بونیر، باجوڑ اور

سوات میں سیلاب سے ہونے والی تباہی کے تذکرے میں ہماری جماعت کو بھی قائدانہ کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ ریلیف کی سرگرمیاں فوری شروع کی جائیں۔ (امیر محترم نے رپورٹ کو بہترین قرار دیتے ہوئے سیلاب کی تباہ کاریوں پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ ریلیف سرگرمیوں کے لیے آج ہی اجلاس طلب کر رکھا ہے۔)

صوبہ ہزارہ کے ناظم اعلیٰ مولانا سرفراز فاروقی نے اپنے صوبے کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے نظم میں صوبائی نظم کی بحالی کا مطالبہ کیا۔ جماعتی انتخابات کے حوالے سے بات کی۔ مرحوم امیر محترم کی خدمات کے حوالے سے سیمینار کروانے کا تذکرہ کیا۔ 13 ستمبر کو ختم نبوت کانفرنس کا اعلان بھی کیا۔ پیغام ٹی وی کی نشریات مسلسل جاری ہیں، سیلاب سے بٹ گرام اور مانسہرہ میں بھی کافی نقصان ہوا ہے، اس پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

صوبہ سندھ کے ناظم اعلیٰ علامہ محمد ابراہیم طارق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صوبائی کارکردگی رپورٹ کے آغاز میں مرحوم امیر محترم کے لیے دعائے مغفرت اور موجودہ امیر محترم کے لیے دعائے استقامت کی۔ انہوں نے بتایا کہ صوبائی امیر مولانا مفتی محمد یوسف قصوری اجلاس کے لیے مرکز میں تشریف فرما تھے لیکن آج ہی صبح ان کے بہنوئی انتقال کر گئے، اس لئے وہ وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ ناظم اعلیٰ سندھ نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ پورے صوبہ میں تبلیغی کام جاری ہے۔ مرکزیہ کے زیر اہتمام قومی فلسطین کانفرنس کے اثرات آج تک محسوس ہو رہے ہیں۔ صوبہ سندھ کے بڑے شہروں میں سالانہ کانفرنسز بھی جاری ہیں اور میڈیا میں جماعت کے رہنما مولانا قاری خلیل الرحمان جاوید اور مفتی محمد یوسف قصوری صاحب جماعتی و مسلکی ترجمانی کرتے ہیں۔ نئی مساجد کی تعمیر بھی جاری ہے اور یہ تمام مساجد نظم کے اعتبار سے مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان سے وابستہ ہیں۔ آئندہ 23، 24 اگست کو امیر محترم کراچی کے دورے پر تشریف لارہے ہیں، ان شاء اللہ۔ یہ دورہ جماعتی شوکت کا اظہار ہوگا۔ (امیر محترم نے صوبہ سندھ کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے انہیں شاباش دی، مسئلہ فلسطین

پر جماعت کی طرف سے لاہور، اسلام آباد اور کراچی کی شاندار کانفرنسز کو جماعتی وقار میں اضافے کا باعث قرار دیا اور ان کانفرنسز میں میاں منظور صاحب کے حصے پر انہیں بھی خراج تحسین پیش کیا۔

صوبہ بلوچستان کے امیر الشیخ علی محمد ابوتراب رحمہ اللہ نے مرحوم پروفیسر ساجد میر رحمہ اللہ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور سینئر ڈاکٹر حافظ عبدالکریم رحمہ اللہ کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ تنظیمی کارکردگی کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث بلوچستان صوبائی سطح پر بھرپور کردار ادا کر رہی ہے، حال ہی میں جماعت کے توسط سے بلوچستان کے دو متخارب قبائل میں اتحاد کروایا گیا ہے۔ قبائلی جڑگوں میں بھی مرکزی جمعیت اہل حدیث کی بھرپور اور مؤثر نمائندگی ہوتی ہے۔ نیز گورنر بلوچستان سمیت انتظامی افسران اور سیاسی زعماء کے ساتھ بھی مسلسل رابطے موجود ہیں اور بلوچستان میں امن و امان کے حوالے سے جماعت اپنا مؤثر کردار ادا کر رہی ہے۔ الشیخ علی محمد ابوتراب رحمہ اللہ نے خوشخبری سنائی کہ پیغام ٹی وی پشتو کے بعد اب پیغام ٹی وی کی نشریات بلوچی زبان میں بھی شروع کی جا چکی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس سال چھ مساجد اور دو مدارس کی تعمیر مکمل کی گئی ہے، اسی طرح صوبائی نظم میں بھی کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں، ڈاکٹر علی جان بلوچ کو صوبائی ناظم اعلیٰ نامزد کیا گیا ہے۔

صوبائی رپورٹ کے بعد امیر مجلس کے حکم پر الشیخ علی محمد ابوتراب رحمہ اللہ نے فلسطین کے حوالے سے جماعتی کارکردگی اور سرگرمیوں پر بھی تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے ہاؤس کو بتایا کہ فلسطین میں 23 اکتوبر 2023ء سے اب تک کم و بیش ایک لاکھ چالیس ہزار افراد کو شہید کیا جا چکا ہے، اس سے دو گنا تعداد زخمیوں کی ہے، جبکہ بیسیوں ہسپتال، مدارس، مساجد اور سینکڑوں گھروں کو مسمار کیا جا چکا ہے۔ اسرائیلی مظالم آئے روز بڑھتے جا رہے ہیں جبکہ غزہ کے مظلوم مسلمان خوارک کی شدید قلت کا شکار ہیں، غذائی قلت کے بعد درجنوں بچے شہید ہو چکے ہیں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان نے اپنے شعبہ خدمت خلق ”الصلاح فاؤنڈیشن“ کے ذریعے اب تک سوا چھ کروڑ روپے کا تعاون بھیجا ہے، جس میں ادویات،

خوراک، بستر، خیمے وغیرہ کے ساتھ ساتھ ایک سو گھرانوں کی مکمل کفالت بھی شامل ہے۔ اس بے لوث خدمت پر فلسطینی اتھارٹی نے جماعت کا شکریہ بھی ادا کیا ہے۔ اسی طرح جماعت نے اہل فلسطین سے اظہار یک جہتی کے لیے لاہور، کراچی اور اسلام آباد میں بڑی کانفرنسز منعقد کی ہیں جبکہ ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے اور ریلیاں بھی نکالی ہیں۔ الشیخ ابوتراب رحمہ اللہ نے شرکائے اجلاس سے مزید تعاون کی اپیل کی۔ (جس پر امیر محترم نے فرمایا کہ الشیخ ابوتراب کی پیش کردہ رپورٹ حوصلہ افزا ہے، یہ سب کچھ آپ احباب جماعت کے تعاون سے ہی ممکن ہوا ہے، اس لیے میں اس معاونت پر جملہ اراکین جماعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔)

مرکزی جمعیت اہل حدیث آزاد جموں و کشمیر کے ناظم اعلیٰ جناب دانیال شہاب مدنی نے اپنی رپورٹ میں جہاں جماعتی نظم کے قیام اور اس کی فعالیت کے بارے میں بتایا وہاں آزاد کشمیر کی جماعت کی طرف سے فلسطین فنڈ، مرکزی بیت المال سے معاونت، کشمیر میں افطار الصائم پروگرامز، نوجوانوں کی تربیت کے لیے آئی ٹی پروگرامز کا انعقاد کیا گیا۔ وادی گہنا میں ڈسنری کا افتتاح کیا اور پانچ میڈیکل کیسپس کا انعقاد بھی کیا گیا۔ آزاد جموں و کشمیر میں تمام اہل حدیث مدارس کا الحاق وفاق المدارس السلفیہ سے کروایا گیا ہے۔ معرکہ حق، بنیان مرموص کی کامیابی پر ایک شاندار کانفرنس کا بھی انعقاد کیا گیا جس میں مرکزی سینئر نائب امیر الشیخ علی محمد ابوتراب، سینئر نائب امیر آزاد جموں و کشمیر مولانا سید متیق الرحمان شاہ نے خصوصی شرکت کی۔ جناب دانیال شہاب نے مرحوم امیر محترم کے لیے دعائے مغفرت اور منتخب امیر جماعت کے لیے دعائے استقامت کی۔

تنظیمی امور کے حوالے سے اجلاس کی شق پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر زعیم الدین عابد لکھوی رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ صوبہ پنجاب کی جو تنظیمی تقسیم کی گئی ہے کیا اس پر مجلس شوریٰ یا عاملہ سے منظوری لی گئی ہے؟ جس پر امیر محترم نے فرمایا کہ ”دستور میں ایسے تنظیمی فیصلوں پر مجلس شوریٰ یا عاملہ کی منظوری کی کوئی پابندی نہیں۔ ویسے بھی اس سے قبل مرحوم امیر محترم صوبہ خیبر پختونخوا کے اور صوبہ سندھ کی تنظیمی

اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کرنے کی مثال قائم فرما چکے ہیں۔ اسی کی روشنی میں صوبہ پنجاب کے حوالے سے ہی یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔“

جناب رانا نصر اللہ خان نے نئی تنظیم سازی میں اپنے مشوروں کی قبولیت پر امیر محترم کا شکریہ ادا کیا اور مزید تجویز دی کہ پنجاب کی طرح بلوچستان کو بھی تنظیمی طور پر تقسیم کر دیا جائے، انہوں نے جماعت کے لیے ایک مستقل فنڈ قائم کرنے کی بھی تجویز دی۔ مولانا عبد المجید بٹ صاحب (آف نارووال) نے پنجاب کے تینوں زونز کے ذمہ داران کی لسٹیں ضلعی و شہری جماعتوں کو دینے اور صوبائی کابینہ میں نمائندگی کے لیے ضلعی و شہری امراء و ناظمین کو اعتماد میں لینے کی تجویز دی جس پر امیر محترم نے فرمایا کہ آپ کی تجویز پر عمل ہوگا۔ جناب قاضی ریاض قدیر نے اپنی تجویز میں سینٹرل پنجاب سے گجرات اور منڈی بہاؤ الدین کو شمالی پنجاب میں شامل کرنے کی تجویز دی اور جماعتی امراء و ناظمین کی فہرست میں آفیشی شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ، علامہ احسان الہی ظہیر شہید اور شیخ القرآن مولانا محمد حسین شینو پوری رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی بھی دینے کی تجویز دی۔ مولانا ابوبکر صدیق حنیف (اسلام آباد) نے توجہ دلائی کہ تصاویر کا جو سلسلہ چل نکلا ہے اس پر پابندی لگائی جائے۔ دفتر کے اس ہال میں سے بھی تصاویر ختم کی جائیں۔ نیز انہوں نے دفتر اور کانفرنسز کے حوالے سے صفائی وغیرہ کی طرف بھی توجہ دلائی، جس پر امیر محترم نے تصاویر لگانے کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے منع کر دیا اور دفتر سے تصاویر والے فلیکسز اتارنے کا حکم جاری فرمایا۔ جناب امتیاز احمد مجاہد ایڈووکیٹ نے جماعتی انتخابات کا سلسلہ ختم کرنے کی تجویز دی اور امیر جماعت کو تاحیات امیر بنانے کی دستوری ترمیم کا مطالبہ کیا جس پر امیر محترم نے فرمایا کہ یہ دستوری معاملات ہیں ان میں مجلس شوریٰ کی طرف سے ہی ترمیم کی جاسکتی ہے۔ مولانا قاری سیف اللہ عابد نے اپنی تجویز میں امتیاز مجاہد صاحب کی تجویز کا رد کیا اور کہا کہ انتخابات جماعتوں کا حسن ہوتے ہیں، انہیں ہوتے رہنا چاہیے۔ اس سے مسابقت کی فضا پیدا ہوتی ہے اور جماعت ترقی کرتی ہے۔ انہوں نے صوبائی نظم کی تقسیم

کے فیصلے کو بہترین فیصلہ قرار دیا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث سعودی عرب کے امیر مولانا عبدالمالک مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ آج کے اجلاس میں شرکت میرے لیے ایک اہم موقع ہے۔ صوبائی جمعیات کی کارگزاری رپورٹس سن کر بہت خوشی ہوئی، تجاویز بھی بہت اچھی ہیں۔ انہوں نے مرحوم امیر محترم پروفیسر مساجد میر رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے تعلقات، سعودی عرب میں سینکڑوں پروگرامز کے انعقاد اور ان کی شاندار خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ ان کی وفات پر سعودی عرب کی جماعت کی طرف سے جملہ اراکین جماعت سے اظہار تعزیت بھی کیا۔ آپ نے مساجد کے حوالے سے ایک فنڈ قائم کرنے کی تجویز دی تاکہ مساجد کی تعمیر کا کام مسلسل جاری رہے۔ مولانا مجاہد صاحب نے نمازوں کو جمع کرنے کی بابت اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ دوران اجلاس بھی نماز بروقت اور باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کیا جانا زیادہ بہتر ہے، جس پر امیر محترم نے فرمایا کہ شریعت میں اس کی گنجائش ہے کہ کبھی کبھی دو نمازیں جمع کر لی جائیں، اس پر آپ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ، ائمہ حدیث کا اس حدیث کو بطور دلیل لینے کا تذکرہ بھی فرمایا جس کی تائید مفتی حافظ محمد امین محمدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ مولانا عرفان اللہ ثنائی نے اپنی تجویز میں ہفت روزہ اہل حدیث کو پندرہ روزہ کرنے کی بات کی۔

ناظم اعلیٰ علامہ عبدالرشید حجازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آئندہ اجلاس سے قبل تمام شعبہ جات کے نگران اور صوبائی جمعیات کے ذمہ داران اپنی رپورٹس تحریری شکل میں جمع کروائیں گے۔

ناظم مالیات حافظ فیصل افضل شیخ نے جماعت کے شعبہ مالیات کی رپورٹ پیش کی۔ آمدن و خرچ کا مختصر مگر جامع حساب ہاؤس کے سامنے رکھا۔ سیالکوٹ، گوجرانوالہ، سٹی، سرگودھا اور ڈیرہ غازی خان چار شہروں سے سب سے زیادہ فنڈز کی وصولی کا بھی بتایا اور جن اضلاع کی طرف سے سستی ہے انہیں بھی درخواست کی کہ وہ جماعت کے فنڈز جلد از جلد مہیا فرمائیں۔ (تفصیلی مالیاتی رپورٹ دفتر میں موجود ہے۔) اس رپورٹ پر امیر محترم نے حکم

جاری فرمایا کہ کسی اچھی آڈٹ فرم کی خدمات حاصل کی جائیں اور جماعت کا سالانہ حساب و کتاب باقاعدہ آڈٹ کروایا جائے۔ آپ نے تاکید فرمائی کہ آئندہ سالانہ اجلاس میں آڈٹ رپورٹ پیش کی جائے۔ امیر محترم نے جماعت کے لیے وقف قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی تاکہ زیادہ سے زیادہ آمدنی ہو سکے اور جماعت تبلیغ دین، رفاه عامہ اور زندگی کے ہر میدان میں بہترین کردار ادا کر سکے۔

پیغام ٹی وی جماعت کا ایک شاندار چہرہ اور بہترین کام ہے، اس کی آڈٹ رپورٹ کے حوالے سے فضیلتہ الشیخ قاری صہیب احمد میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ نے شرکائے اجلاس کو بتایا کہ الحمد للہ ہزاروں گھنٹوں کے مختلف پروگرامز کی ریکارڈنگ ہو چکی ہے۔ پروفیسر مساجد میر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات پر مختلف پروگرامز اور ڈاکیومنٹریز تیار کی جا رہی ہیں۔ اسی طرح بچوں کے پروگرامز، کارٹون سیریز، خواتین کے پروگرامز، پیغام پاکستان، صبح وطن، مفتیان کرام کے پروگرامز، مارنگ شوز، خطبات حریم، رمضان المبارک میں افطار و سحر پروگرامز، علماء و مشائخ کے انٹرویوز اور ایام حج کے دوران خصوصی حج نشریات کا بھی اہتمام کیا گیا۔

امیر محترم کی ہدایات کی روشنی میں آئندہ کے لیے جماعتی کام کو مزید پختہ کرنے کے لیے قاری صہیب احمد میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رہنما چارٹر ہاؤس کے سامنے رکھا، جس کے مطابق ہر قسم کے دینی و شرعی مسائل میں علماء و مفتیان کی ایک کمیٹی اعلامیہ جاری کرے گی، جو جماعتی پلیٹ فارمز پر نشر کیا جائے گا، کسی شخص کو ذاتی حیثیت میں جماعتی موقف دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اسی طرح تنظیمی و سیاسی بیانیہ بھی جماعت کے مقتدر فورم کی جانب سے ہی جاری کیا جائے گا۔ دیگر دینی و سیاسی جماعتوں یا مسلکی گروپوں سے روابط کی بابت مرکزی قیادت باقاعدہ بیانیہ خود جاری کرے گی۔ علماء و مدارس کے حوالے سے، ان کے دفاع کے لیے باقاعدہ کمیٹی تشکیل دی جائے گی جس میں 100 وکلاء اور صحافی حضرات کو بھی نمائندگی دی جائے گی، یہ کمیٹی اپنی آراء و تجاویز مرکزی قیادت کو پیش کرے گی اور مرکزی قیادت اس پر لائحہ عمل کا اعلان کرے گی۔ ایک ترقیاتی و تعمیراتی کمیٹی کا بھی قیام ہوگا، جو

تعمیر مساجد و مدارس، ضلعی سطح پر جماعتی دفاتر کے قیام اسی طرح یونیورسٹی و ہاسٹل کے قیام کے حوالے سے کام کرے گی اور آراء و تجاویز مرتب کر کے قائدین جماعت کو پیش کرے گی۔ ایک مالیاتی کمیٹی کا قیام ہوگا جس میں کم از کم 100 تاجر حضرات کو بھی شامل کیا جائے گا۔ جماعت کے شعبہ مالیات اور دیگر شعبہ جات کو بھی ڈیجیٹلائز کیا جائے گا۔ تمام اضلاع کی بڑی مساجد اگر ایک مہینہ میں 1000 روپے فنڈ مرکز کو مہیا کریں تو بہت سے معاملات حل ہو جائیں گے۔ اس پر بھی کام کی ضرورت ہے۔ جماعت کے ساتھ ناراض احباب و علماء کو جماعت میں واپس لانے کے لیے بھی ایک کمیٹی قائم کی جائے گی جو ایسی تجاویز دے گی کہ کس سہی کو کن شرائط پر جماعت میں لانا چاہیے۔

اس پر مولانا حافظ عبدالباسط شیخ پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں مجلس شوریٰ کے منتخب ذمہ داران پر اعتماد ہے۔ ناظم مالیات حافظ فیصل افضل شیخ صاحب نے جو رپورٹ پیش کی ہے وہ صرف جماعتی بیت المال کے حوالے سے ہے جبکہ پیغام ٹی وی بھی جماعت کا اثاثہ ہے، اس کا مالیاتی حساب و کتاب بھی جماعت کے مرکزی ناظم مالیات کے ذمہ ہی ہونا چاہیے۔ اس پر امیر محترم نے وضاحت فرمائی کہ جب سے پیغام چینل بنا ہے تب سے اس کے معاملات الگ ہیں، پیغام کے ناظم مالیات پیغام کے حساب و کتاب کے ذمہ دار ہیں، وہ ہمیشہ سے ہی کرتے آئے ہیں، یا مرکزی امیر جس کی ذمہ داری لگائے گا وہ اس کے حساب و کتاب کا ذمہ دار ہوگا۔ باقی جماعتی ترقی، تعمیر اور حسن کارکردگی کے حوالے سے جو تجاویز آپ یا احباب جماعت دیں گے وہ ہمارے سر ماتھے پر۔ ان شاء اللہ ان پر عمل ہوگا۔

امیر محترم نے مرکزی اہل حدیث کانفرنس سے قبل صوبائی کانفرنسز کروانے کی ترغیب دلائی اور اس پر تجاویز طلب فرمائیں تو سندھ سے مولانا عبدالرحمان ثاقب نے آل پاکستان کانفرنس کو وقت کی ضرورت اور جماعت کے تحریک و فعالیت کے لیے از حد ضروری قرار دیا۔

اجلاس کے ایجنڈے کی ایک اہم شق ملک میں توہین رسالت اور توہین صحابہ و شعائر اسلام کے بڑھتے واقعات

اصلاحات مطلوب تھیں۔ کیونکہ ایک طرف نئے اضلاع کے قیام کی وجہ سے ضلعی کوٹہ بڑھ رہا تھا تو دوسری طرف پہلے ہی مجلس شوریٰ کی تعداد ایک حد سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اس کے حل کے لیے حافظ عبدالستار حامد رحمۃ اللہ علیہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی گئی جو مجلس شوریٰ کے ارکان اور ضلعی و شہری کوٹے کا از سر نو تعین کرے گی۔ اس کمیٹی میں ہر صوبے کا ایک نمائندہ شامل ہوگا۔ اسی طرح دستور جماعت میں بھی بعض ترامیم کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے، اس پر بھی ایک کمیٹی قائم کی جائے گی جو تجاویز مرتب کرے گی۔ نیز مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس بھی جلد منعقد کیا جانا ہے جس میں ناظم اعلیٰ مرکزی پاکستان کا باقاعدہ انتخاب مطلوب ہے۔

اجلاس کے آخر میں حافظ محمد عمران عریف رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے امیر محترم کو سینیٹر منتخب ہونے پر ایک قرارداد بھی منظور کی جانا تھی جو وقت کی قلت کے باعث اجلاس میں تو پیش نہ کی جاسکی لیکن احباب نے متفقہ طور پر اس قرارداد کو منظور کیا اور اسے اجلاس کی کارروائی کا حصہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ ☆☆☆

کے حقوق کا پامال ہونا بھی اس کی وجوہات میں شامل ہے۔ اس دہشت گردی میں اور بھی بہت سے فیکٹرز ہیں جن کا تعلق اندرون و بیرون ملک سے ہے۔ اندرونی طور پر ان وجوہات کا ازالہ کرنا چاہیے۔ جو ایجنسیاں دہشت گردی کی خلاف جنگ لڑ رہی ہیں جماعت کو ان کی مکمل حمایت کا اعلان کرنا چاہیے۔ چوہدری یاسین ظفر صاحب نے آپریشن بنیان مرصوص کی کامیابی پر افواج و حکومت پاکستان اور قوم پاکستان کو مبارکباد پیش کی۔ مزید برآں آپ نے شرکائے اجلاس کو بتایا کہ او آئی سی نے سال 2025ء کو سیرت کا سال قرار دیا ہے کہ اس سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کو 1500 سال مکمل ہو رہے ہیں۔ اسی تناظر میں رابطہ عالم اسلامی نے تمام اسلامی ممالک سے اپیل کی ہے کہ سرکاری سطح پر عشرہ سیرت کا اہتمام کریں۔ ہمیں بھی اس تناظر میں کم از کم ایک کانفرنس (چاہے مرکز کے اسی ہال میں ہو) کا انعقاد کرنا چاہیے۔

امیر محترم نے اجلاس میں چند اہم جماعتی و تنظیمی معاملات کے لیے ہاؤس کی رضامندی حاصل کی جن میں مرکزی مجلس شوریٰ کی تعداد کے حوالے سے کچھ

پر جماعتی تشویش کا اظہار اور ان کی روک تھام کے لیے قانونی و شرعی پہلوؤں پر رہنمائی اور جماعتی موقف کا اظہار بھی تھا۔ اس پر پروفیسر نجیب اللہ طارق، مفتی عتیق الرحمان علوی اور مولانا قاری سیف اللہ عابد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی آراء پیش کیں تو امیر محترم نے اس مسئلے پر ایک جامع مکالمے اور واضح جماعتی موقف کیلئے جماعت کے مشیر قانون حافظ احسان کھوکھر کی سربراہی میں علماء و مشائخ اور مفتیان پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کرنے کا اعلان کیا جو ان قوانین کے حوالے سے ایک جامع رہنمائی دے اور اس پر جماعت کا موقف دیا جائے۔

بلوچستان اور کے پی کے میں بڑھتی ہوئی بھارتی سپانسرڈ دہشت گردی کے حوالے سے پروفیسر یاسین ظفر چوہدری صاحب نے ہاؤس کو تفصیلی بریفنگ دیتے ہوئے بتایا کہ دہشت گردی کے بہت سے اسباب ہیں، ان میں سے بلوچستان اور خیبر پی کے کا معدنیات کی دولت سے مالا مال ہونا بھی ہے، اسی طرح ان صوبوں کے نوجوانوں کو تعلیم اور نوکریاں نہ ملنا بھی ایک وجہ ہے۔ مبینہ طور پر بعض حکومتی لوگوں کا بدعنوانی میں ملوث ہونا اور عام آدمی

نرخ نامہ اشتہارات

ہفت روزہ اہل حدیث کثیر الاشاعت مجلہ ہے، اس میں اشتہار دے کر آپ اپنی تجارت کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اشاعت دین میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اشتہارات کا نرخ نامہ درج ذیل ہے:

آخری اندرون صفحہ (رنگین) 12,000 روپے

آخری صفحہ (رنگین) 15,000 روپے

پینل 4×4 1,500 روپے

اندرون نصف صفحہ 4,000 روپے

اندرون صفحہ ایک کلر 8,000 روپے

مشترکین اپنا اشتہار خوبصورت ڈیزائن کروا کر Corel File درج ذیل ای میل ایڈریس پر ارسال فرمائیں

رابطہ نمبر: 042-37720257 ای میل: Weeklyahlehadith@yahoo.com

نوٹ: اشتہار کے ساتھ اس کا زیر تعاون ایڈوانس بھیجنا ضروری ہے ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہوگی۔

مثالی تربیت و شخصیت سازی، سیرت طیبہ کی روشنی میں

کردار سازی اور حسن اخلاق و معاشرت کے بغیر مثالی امن و امان کا قیام، مثالی معاشرے کی تشکیل، بے لوث اور مضبوط خاندانی نظام کا وجود ناممکن ہے

تربیت کے لیے کلیدی اہمیت کی حامل ہے۔ نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتگان کی انفرادی، اجتماعی اور سیاسی زندگی سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے۔

روحانیت میں نماز کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ ارکان دین میں سے نماز ہی سب سے اولین اور اہم ترین فریضہ ہے۔ تربیت و شخصیت سازی میں نماز کی افادیت کا اندازہ لگانے کے لیے یہ فرمان ہی کافی ہے ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت: 45) تربیت اولاد کے متعلق سیدنا لقمان علیہ السلام کی وصیتیں بہت اہم ہیں۔ ان میں ایمان و صلاۃ کا نمایاں طور پر تذکرہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے روزے سے متعلق فرمایا کہ یہ گناہوں اور اعمال بد سے بچنے کی ڈھال ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۰۹۱) صحیح مسلم: ۰۰۴۱) مزید فرمایا کہ جو روزے دار غلط کردار و گفتار سے باز نہیں آتا، اس کے روزے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی اہمیت نہیں۔ (صحیح البخاری: ۰۰۹۱ سنن الترمذی: ۷۰۷۰)

اسلاف امت اپنے بچوں کی تربیت کے لیے انہیں بھی روزے رکھوایا کرتے تھے اور انہیں بہلانے کے لیے کھلونے تھما دیا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۰۰۹۱) صحیح مسلم: ۶۳۱۱) بچوں کے حج ادا کرنے کے بارے میں کتب احادیث میں مستقل ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ سیرت طیبہ سے متعدد واقعات ملتے ہیں کہ آپ نے بچوں کے حج ادا کرنے کی ترغیب و اجازت فرمائی۔ (سنن ابی داؤد: ۶۳۷۱) احمد بن حنبل، المسند: ۸۱۲) تربیت اولاد کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بہت اہم ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں چند وصیتیں کیں جو سب کی سب ایمان و آخرت اور تقدیر پر مبنی ہیں۔ (سنن الترمذی: ۶۱۵۲) احمد بن حنبل، المسند: ۳۰۸۲) ان نبوی ہدایات اور دینی تعلیمات سے تربیت میں روحانیت کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بچے کو سب سے پہلے تعلیم نماز کا حکم دے کر فرمایا، وہ بھی سات برس کی عمر میں۔

کتاب اور حشر و نشر، فرشتوں اور تقدیر پر ایمان۔ ایمانیات میں مضبوطی سے انسان ہمہ وقت علانیہ اور خفیہ رب تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے۔ ظلم و تشدد سے احتراز کرتا ہے۔ بد اخلاقی اور نا انصافی سے اپنے دامن کو پاک رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کا ایمان ہوتا ہے کہ میرے ہر عمل کو میرا رب دیکھ رہا ہے، فرشتے لکھ رہے ہیں، اعمال نامہ تیار ہو رہا ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ دنیا میں کیے گئے تمام اعمال کا روز قیامت حساب کتاب ہوگا۔ مرنے کے بعد ایک نئی زندگی ہے۔ اس ہمیشہ کی حیات میں کامیابی یا ناکامی دنیا میں کیے جانے والے کاموں کی بنیاد پر ہے۔ مثالی شخصیت سازی میں ایمان و عقیدے کی اہمیت کا اندازہ اس چیز سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایمان و توحید تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی مشترکہ دعوت ہے۔ ہر

حافظ محمد فیاض الیاس الاثری (دارالمعارف)

پنچم نے سب سے پہلے اپنی قوم کو بھی دعوت دی (یا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ)۔ رسول اللہ ﷺ نے تیرہ سالہ کی عہد میں عقائد و ایمانیات پر ہی سب سے زیادہ محنت فرمائی۔ اسی کا اپنے امتیوں کو درس دیا اور اسی نچ پر پاسان امت کی تربیت فرمائی۔ مکی سورتوں کے مطالعہ سے بھی اس حقیقت سے آگہی ہوتی ہے۔ اس کے لیے آخری چند پارے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں ایمانیات پر بہت زور دیا گیا ہے۔ آغاز وحی، اولین خطاب عام، رشتے داروں اور قبائل عرب کو دعوت دین، شاہان عالم کو دعوتی خطوط، دار ارقم میں پند و نصائح اور اصحاب صفہ کو ہدایات، نبوی جہادی خطبات اور اصلاحی فرمودات، ارکان ایمان و ارکان اسلام، مسنونہ اذکار و وظائف اور مختلف مواقع کی دعائیں۔ ان سب میں ایمان و عقیدہ اور فکر آخرت سب سے نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ یہی چیز فکری اور روحانی

افراد سے معاشرہ اور معاشرے سے ریاست تشکیل پاتی ہے۔ معاشرے اور ریاست کی اصلاح و بہتری کے لیے افراد کی تربیت کلیدی اہمیت کی حامل ہے۔ مثالی افراد سازی کے لیے قرآن و حدیث کو تربیتی نصاب میں اولیت حاصل ہونا ناگزیر ہے۔ اس کی عملی تصویر سیرت طیبہ کی صورت میں امت کے سامنے موجود ہے۔ اسلام میں شخصیت سازی کی غیر معمولی اہمیت ہے۔ اس کا اندازہ رسول مقبول ﷺ کے اسوہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ مثالی تربیت و افراد سازی میں ان امور کی پاسداری بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ روحانی و فکری تربیت، ذہنی و جسمانی تربیت اور اخلاقی و اجتماعی تعلیم و تربیت۔ مثالی اسلامی شخصیت سازی کے لیے ان تینوں پر بھرپور توجہ بہت اہم ہے۔ خاص کر فکری و روحانی حوالے سے۔ یہی اسلامی تعلیم و تربیت کا امتیازی پہلو ہے۔ افراد سازی میں مربیان قوم، مصلحین امت، معلمین دین، نصاب تعلیم و تربیت، ہم نصابی سرگرمیوں، تربیت گاہوں اور تعلیمی اداروں کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ شخصیت سازی کے اہداف و مقاصد کو ہمہ وقت ملحوظ رکھنا بھی تربیت کے بنیادی عوامل میں شامل ہے۔ سیرت طیبہ میں تربیت اور شخصیت سازی سے متعلقہ تمام امور کے بارے میں تفصیلی اور یگانہ رہنمائی موجود ہے۔ ذیل میں تربیت سے متعلقہ ہر شعبہ کے حوالے سے الگ الگ رہنمائی کی جاتی ہے۔

روحانی و فکری تربیت: انسان کی تخلیق کا ایک خاص مقصد ہے اور وہ ہے عبادت الہی اور فکر آخرت۔ اس پر کامل اور شعوری ایمان کے بغیر تمام معاملات زندگی کو درست انداز میں انجام دینا ناممکن ہے۔ معاشرے اور ریاست کی ہمہ گیر اصلاح اور مثالی شخصیت سازی کے لیے اسلام کے تعلیم کردہ مقصد حیات پر مضبوط ایمان ضروری ہے۔ ایمانیات میں یہ امور شامل ہیں: ذات باری تعالیٰ، فرشتوں، نازل کردہ تمام کتب، انبیاء و رسل پر، حساب

(سنن أبی داود: ۵۹۳۰ وأحمد بن حنبل، المسند: ۶۵۷۶)

آپ نے ایسے شخص کو جہنم سے آزادی کی بشارت دی جو صدق دل سے کلمہ توحید کا اقرار کرتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۴۲ و سنن الترمذی: ۸۳۶۲) آپ نے قریب المرگ کو تلقین کلمہ کی نصیحت فرمائی۔ (صحیح مسلم: ۶۱۹ و سنن أبی داود: ۷۱۱۳) جسے دنیا سے رخصت ہوئے اقرار توحید کی توفیق مل گئی، اسے آپ نے جنت کی بشارت دی ہے۔

(سنن أبی داود: ۶۱۱۳ وأحمد بن حنبل، المسند: ۴۳۰۲۲)

کفر و شرک سب سے بڑا گناہ اور جرم ہے: تو بہ کے بغیر ان کی معافی نہیں۔ ان نبوی ہدایات سے بھی دعوت و تربیت میں عقائد و ایمانیات اور فکر آخرت کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ مثالی روحانی تربیت اور قیادت سازی کے لیے اسکی پاسداری ضروری ہے۔ یہی اسوہ نبوی اور سیرت اسلاف ہے۔ آج افراد امت کی شخصیت سازی میں روحانیت کو وہ اہمیت حاصل نہیں رہی جو مطلوب شریعت ہے، جس کے افراد و معاشرے پر ہمہ گیر منفی اثرات پڑ رہے ہیں۔

جسمانی و ذہنی تربیت: مثالی تربیت اور شخصیت سازی کے لیے بہترین جسمانی اور ذہنی نشوونما بھی بہت اہم ہے۔ اسکے لیے عبادات کی بجا آوری، کھیل کود، مثبت ہم نصابی سرگرمیوں، سیر و سیاحت، غذا اور ماحول و نظافت کی بہت اہمیت ہے۔ سیرت طیبہ میں اس حوالے سے بیش بہا رہنمائی موجود ہے۔ بعثت کے لیے جزیرہ عرب کے انتخاب کی ایک وجہ عربوں کی جسمانی اور ذہنی صلاحیات بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بچپن کے ابتدائی چار برس بنو سعد میں بسر فرمائے۔ اس رضاعت و پرورش کا بنیادی مقصد جسمانی و لسانی اور ذہنی بہتر نشوونما تھا۔ لڑکپن میں دیگر انبیائے کرام ﷺ کی طرح بکریاں چرائیں، جوانی میں تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا اور مختلف ملکوں کے سفر بھی کیے۔ دسیوں غزوات میں شرکت فرمائی۔ ان امور کا بھی بدنی، فکری اور ذہنی تربیت سے بہت گہرا تعلق ہے۔ بچپن میں رسول اللہ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل کرتے اور تیراکی سیکھی، آپ بہترین تیراک تھے۔ (الصالحی، سبل الہدی: ۹/۶۹۳ و ابن سعد، الطبقات البکری: ۱/۶۱۱) روایات میں بچوں کو تیراکی اور تیر اندازی سکھانے کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ (الہندی، کنز

العمال: ۳۳۵۴ و ابن کثیر، جامع المسانید: ۲۲۱۱) آپ بچوں میں دوڑ کا مقابلہ کروایا کرتے تھے۔ پہلے پہنچنے والے بچے آپ سے چمٹ جایا کرتے، آپ ان سے پیار کرتے اور بوسہ لیتے۔ (احمد بن حنبل، المسند: ۶۳۸۱ و البیہقی، مجمع الزوائد: ۱۵۳۹) آپ غنیمۃ الوداع اور مسجد بنی زریق تک گھڑ دوڑ کا مقابلہ بھی کروایا کرتے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۲۲ و صحیح مسلم: ۷۸۱۰) آپ نے گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ اور نیزہ بازی میں مقابلے کی ترغیب بھی دلائی ہے۔ (سنن أبی داود: ۷۵۲۲ و سنن الترمذی: ۷۰۷۱) مسجد نبوی میں حبشی بچے جہادی کھیل کھیلا کرتے۔ آپ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کھیل دکھلایا کرتے۔ (صحیح البخاری: ۴۵۴۲ و صحیح مسلم: ۲۹۸۰) ان نبوی فرامین میں کھیل اور ریاضت کے متعلق مختلف انداز میں ترغیب دلائی گئی ہے۔ ان کھیلوں کا جسمانی، بدنی، اخلاقی اور ذہنی صلاحیت کو نکھارنے میں بہت مؤثر کردار ہے۔

وضو کی صورت میں اعضائے جسم کو بار بار دھونا، طویل قیام اور رکوع و سجود کی صورت میں نماز کی ادائیگی، باجماعت نماز پنجگانہ کے لیے بار بار مسجد میں آمد و رفت، حج و عمرہ کا پُر مشقت سفر اور مناسک کی جانفشانی سے ادائیگی، حج و عمرہ کو تو آپ نے خواتین کا جہاد قرار دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۲ وأحمد بن حنبل، المسند: ۲۲۳۵۲)

ان عبادات کا بھی فکری و جسمانی اور اخلاقی نشوونما میں مثالی کردار ہے۔ جدید سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ ان ارکان اسلام کے بارے میں تفصیلی نبوی ہدایات آپ کی سیرت کا حصہ ہیں۔

سیر و سیاحت اور خوراک کا جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو نکھارنے میں بہت اہم کردار ہے۔ اس لیے نقصان دہ اشیاء کھانے پینے سے روکا گیا ہے۔ خنزیر، کتے، شراب، منشیات اور دیگر حرام اشیاء میں یہی حکمت کارفرما ہے۔ حفظانِ صحت کے بارے اسلامی ہدایات اور غذائی نبوی چارٹر میں انسانی منفعت کو ہی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حلال اور پاکیزہ کھانے پینے کا پابند کیا ہے۔ قرآن کریم میں ”حلالاً طیباً“ کے الفاظ میں اس ربانی حکم کا چار مقامات پر تذکرہ ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ کی امت کے کچھ لوگ زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال

سمجھ کر ان کا ارتکاب کریں گے۔ اس جرم میں انہیں خنزیر اور بندر بنادیا جائے گا۔ (بخاری: ۵۹۵۵ و سنن ابن ماجہ: ۴۰۲۲) اس سے عیاں ہوتا ہے کہ حرام خوری، زنا کاری، شراب نوشی اور موسیقی کا باہمی گہرا تعلق ہے۔ ایسا کرنے والے خنزیر اور بندر کی طرح بدترین مخلوق ہیں۔ مزید یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حرام خوراک کے انسان کی طبیعت و مزاج پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔ اس کا اندازہ مغربی تہذیب و معاشرے کی حالت زار سے لگایا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے شراب و زنا، حرام خوری اور موسیقی کے رسیا عرب معاشرے کو کس طرح پاک کیا۔ یہ آپ کی تربیتی اور دعوتی سرگرمیوں کا بہت نمایاں پہلو ہے۔ قرآن کریم میں دس سے زائد مقامات پر سیر و سیاحت کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس کا اہم ترین مقصد بھی بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے فکر آخرت اور نصیحت و عبرت حاصل کرنا۔

سیر و سیاحت کے دعوتی، تعلیمی، تربیتی اور معاشی و معاشرتی بہت سے فوائد ہوتے ہیں۔ معراج کی صورت میں سیاحت نبوی سیرت طیبہ کا ممتاز ترین واقعہ ہے۔ اس سے حاصل ہونے والے اسباق و نصائح کی فہرست بھی طویل ہے۔ وفد عبد قیس سے آپ نے فرمایا تھا کہ تمہارے شہروں کی میں نے خوب سیر کی ہے۔ آپ نے ان کے شہروں کے نام بھی بتائے۔

(احمد بن حنبل، المسند: ۹۵۵۵۱ و البیہقی، مجمع الزوائد: ۲۲۶۳۱)

سیر و سیاحت کا انسان کی جسمانی اور ذہنی نشوونما اور شخصیت سازی میں بہت اہم کردار ہے۔ محدثین کرام کے تعلیمی اسفار اور اہل علم و قلم کے سفر و سیاحت ناموں سے بھی اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ فرمان نبوی کے مطابق طاقنور مومن ضعیف مومن سے زیادہ بہتر اور اللہ کا محبوب ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۶۶۲ و سنن ابن ماجہ: ۹۷) اسی طرح اس مومن کو افضل، زیادہ بہتر اور زیادہ ثواب کا حقدار ٹھہرایا گیا جو گھل مل کر رہتا ہے اور لاحق تکلیف و پریشانی پر صبر کرتا ہے۔ (سنن الترمذی: ۷۰۵۲ و احمد بن حنبل، المسند: ۲۲۰۵) یہ احادیث بھی جسمانی قوت و طاقت اور بھرپور جسمانی نشوونما کی اہمیت کے متعلق رہنمائی کرتی ہیں۔

فکری و جسمانی بہتر نشوونما اور ذہنی بہتر پرورش میں طہارت و نفاست کی غیر معمولی اہمیت ہے۔ سیرت طیبہ میں اس بارے میں بھی بیش بہا رہنمائی موجود ہے۔ دوسری وجہ میں سورت مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ دو آیات میں طہارت و نفاست کا حکم ہے۔ نماز کے لیے وضو شرط ہے۔ ہفتے میں ایک بار جمعہ کے لیے غسل کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ خواتین کی خاص ایام میں اور فرضی غسل کے بغیر مسلمان کے لیے عبادت اور دیگر کچھ امور کی انجام دہی منع ہے۔ کتب احادیث میں طہارت و نفاست کے حوالے سے مستقل بحثیں موجود ہیں۔ قابل استعمال پانی کے حوالے سے معلومات بھی کتب احادیث کا حصہ ہیں۔ نماز پنج گانہ کے لیے مسواک کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ ہاتھ پاؤں کے ناخن اور اضافی بال چالیں دن کے اندر کاٹنے ضروری قرار دیئے گئے ہیں۔ سر کے بالوں کی حفاظت و نفاست کے بارے میں نبوی ہدایات دینی کتب میں موجود ہیں۔ مساجد کو پاک صاف رکھنے کی بہت تاکید ہے۔ آپ نے صفائی ستھرائی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔ لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث بننے والے مقامات پر بول و براز کرنے کو لعنت کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ ان نبوی ہدایات سے اسلامی تہذیب و معاشرے میں طہارت و پاکیزگی کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ طہارت سے ظاہری اور باطنی، حسی اور معنوی تمام طرح کی پاکیزگی مراد ہے۔ طہارت کا تعلق تمام شعبہ ہائے زندگی سے ہے۔ جسم، روح، لباس، خوراک، ماحول، ظروف، رہائش گاہیں، تعلیمی ادارے، تربیتی مقام، عصری و دینی علوم کے مراکز، ریاستی ادارے اور زیر استعمال تمام اشیاء میں صفائی ستھرائی اور نفاست ناگزیر ہے۔ صفائی ستھرائی کو جو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، اس میں یہ تمام پہلو شامل ہیں۔ ہمہ جہت نفاست و طہارت کے افراد اور معاشرے پر گہرے اثرات پڑتے ہیں۔ شخصیت سازی اور تعلیم و تربیت سے بھی پاکیزگی کا بہت مضبوط تعلق ہے۔ اس لیے آغاز رسالت میں اس کا حکم دیا گیا اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی آپ نے مسواک کی۔ اس سے اسلام میں ہمہ گیر نفاست و طہارت کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے، جو کہ مثالی افراد سازی، تعلیم و تربیت اور جسمانی و

ذہنی نشوونما کے لیے غیر معمولی افادیت کی حامل ہے۔

اخلاق و آداب کی تربیت: تربیت افراد اور قیادت سازی کا ایک اہم پہلو آداب و اخلاق کی تعلیم ہے۔ چند معاشرتی رویوں کا نام ہی اخلاق نہیں۔ اخلاق انسان کی ہمہ گیر زندگی کو محیط ہے، اگرچہ اس کا انداز جو بھی ہو۔ کردار سازی اور حسن اخلاق و معاشرت کے بغیر مثالی امن و امان کا قیام، مثالی معاشرے کی تشکیل، بے لوث ہمدردی و خیر خواہی اور مضبوط خاندانی نظام کا وجود ناممکن ہے۔ معاشرے کے تمام افراد کا ہر سطح پر ایک دوسرے سے اعلیٰ اخلاق سے پیش آنا نبوی تعلیمات کا حصہ ہے۔ حسن اخلاق کے بنیادی دو پہلو ہیں: ایک کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور دوسرے کا لوگوں سے۔ اللہ تعالیٰ سے حسن اخلاق کا مطلب ہے کہ اس کے احکامات کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔ اس کے فرائض و عبادات کو خوش دلی سے بجالایا جائے۔ ربانی اور امر و نہی کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ لوگوں سے حسن اخلاق سے مقصود ہے کہ انہیں کسی طرح کی تکلیف و اذیت نہ دی جائے اور ان کی طرف سے لاحق تکلیف و پریشانی پر صبر و عفو کا مظاہرہ کیا جائے۔ (محمد صالح المنجد، شرح الایمان النوویہ: ص ۶۲)

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ہمہ گیر حسن اخلاق سے ہی تعبیر ہے۔ قبل از بعثت کی نبوی زندگی میں بھی حسن اخلاق کے غیر معمولی نقوش ملتے ہیں۔ آپ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے چلے جایا کرتے، اپنے چچا ابو طالب کی معاونت کے لیے اجرت پر بکریاں چرائیں اور تجارتی اسفار کی مشکلات برداشت کیں۔

اپنے چچا زاد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لیا۔ اس کا مقصد چچا ابو طالب کی معاونت تھا۔ اپنے تجارتی ساجھی سے مثالی برتاؤ فرماتے۔ یہ مختلف افراد معاشرے سے آپ کے حسن اخلاق کے مختلف پہلو ہیں۔ اس کے دعوتی ثمرات بھی مرتب ہوئے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نکاح سے پہلے ہی عمدہ انداز میں آپ کے اخلاق جلیلہ کا تذکرہ کیا۔ اسی طرح اولین وحی کے موقع پر آپ کے اعلیٰ اخلاق میں نمایاں صفات کا خاص کر ذکر کیا۔ جیسے صدق و امانداری، صلہ رحمی، اوروں کا بوجھ اٹھانا، بے کسوں پر خرچ کرنا، مہمان

نوازی کرنا، مصائب و آلام میں محتاجوں کی مدد کرنا، یہ قبل بعثت نبوی اخلاق حسنہ کی ادنیٰ سی تصویر ہے۔ آپ نے بعثت کے بعد اپنے اولین خطاب عام میں اپنے ماضی اور معاشرتی زندگی کو نبوت کی صداقت کے لیے بطور دلیل پیش کیا اور فرمایا: ”طویل عرصہ میں نے تم میں گزارا ہے، تمہاری میرے بارے میں کیا رائے ہے؟“ سب نے مثالی کردار و اخلاق ہونے کی شہادت دی۔ بعثت کے بعد بھی آپ کے مخالفین آپ کے حسن اخلاق اور اعلیٰ کردار کے معترف تھے۔ شاہ روم ہرقل کے دربار میں سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا مکالمہ اور شاہ حبشہ نجاشی کے ہاں سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کا خطاب، یہ آپ کے مثالی اخلاق و کردار ہی کا شاندار انداز میں تذکرہ ہے۔ قرآن کریم آپ کے اعلیٰ اخلاق کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے تمام افراد معاشرے سے حسن اخلاق کی بیش بہا تعلیمات امت کو ہدایت فرمائیں۔ اولاد و والدین، میاں بیوی، رشتے داری، ہمسائے، مریض و طیب، استاد و شاگرد، تاجر و خریدار، آجر و مزدور، آقا و غلام، ان میں سے ہر ایک سے ہمدردی و خیر خواہی اور عزت و احترام پر مبنی رویہ اختیار کرنے کی تلقین سیرت نبوی کا یگانہ وصف ہے۔ اسی نچ پر آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی اور وہ معاشرے کے مہذب ترین افراد بنے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اخلاقی عظمت و بلندی کی شہادت دی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ (احمد بن حنبل، المسند: ۲۵۹۸، الجامع، المسند رک: ۸۷۲۳) آپ نے نیکیوں کے اعتبار سے معاملات میں سے حسن اخلاق کو سب سے وزنی عمل قرار دیا۔ (سنن ابی داؤد: ۴۹۹۷، سنن الترمذی: ۳۰۰۳)

افراد معاشرہ سے حسن اخلاق کی تلقین کا اس سے بہتر انداز کیا ہو سکتا ہے۔ آپ نے حجۃ الوداع کے عالم گیر خطبے میں عورتوں سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی اور زندگی کے آخری لمحات میں معاشرے کے کمزور ترین افراد اور غلاموں سے حسن سلوک کی خاص تاکید فرمائی۔ اسی طرح غیر مسلم فود کو نوازے جانے کی نصیحت فرمائی۔ اس سے دعوت و تربیت میں حسن اخلاق و سلوک کی تعلیم و تلقین کی اہمیت بالکل واضح ہے۔

(باقی صفحہ نمبر 29 پر)

سیرت النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک بہترین نمونہ

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع ادا کیا اور خطبہ حج میں انسانی مساوات، حقوق نسواں، جان و مال کی حرمت اور قرآن و سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کی تلقین فرمائی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے۔ ان سب میں سب سے آخری اور سب سے افضل نبی حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾

”اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔“ (الانبیاء: 107)

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرت ہر پہلو سے کامل اور جامع ہے، چاہے وہ عقیدہ و عبادت ہو، سیاست و معیشت ہو یا اخلاق و معاشرت۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔“ (سورۃ الاحزاب: 21)

☆ پیدائش اور خاندان: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت مبارک 9 ربیع الاول عام الفیل مکہ مکرمہ میں ہوئی، جو تقریباً 570 عیسوی کے مطابق ہے۔ والد کا نام عبد اللہ بن عبد المطلب اور والدہ کا نام آمنہ بنت وہب تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا تعلق قریش کے معزز خاندان بنو ہاشم سے تھا۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت سے قبل والد وفات پا گئے اور چھ برس کی عمر میں والدہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ اس کے بعد دادا جناب عبد المطلب نے کفالت کی اور ان کے انتقال کے بعد چچا جناب ابو طالب نے پرورش کی۔

☆ جوانی کا دور: جوانی میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کمربیاں چرائیں اور پھر تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ کی امانت و

صدافت کے باعث مکہ والے آپ کو اصادق الامین، لقب سے یاد کرتے تھے۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دیانت کو دیکھ کر شادی کی پیشکش کی اور پچیس برس کی عمر میں نکاح ہوا۔

☆ بعثت نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: چالیس برس کی عمر میں غار حرا میں عبادت و غور و فکر کے دوران پہلی وحی نازل ہوئی:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ (سورۃ العلق)

یہی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کی ابتدا تھی۔ ابتدا میں دعوت خفیہ رہی، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے علانیہ دی گئی۔

☆ مکہ دور کی جدوجہد: مکہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سب سے پہلے توحید، رسالت اور آخرت کا پیغام پیش کیا۔ قریش نے شدید مخالفت کی، مسلمانوں پر ظلم ڈھائے، بائیکاٹ کیا اور شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ اس

حافظ ارشد محمود بن مولانا محمد حیات

دوران چند اہم واقعات:

① سیدنا حمزہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اور سیدنا عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا اسلام قبول کرنا۔
② عام الحزن (سیدہ خدیجہ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اور ابو طالب کی وفات)۔

③ طائف کا سفر اور اہل طائف کا انکار۔
④ معراج النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا معجزہ۔

☆ ہجرت مدینہ: جب مکہ میں حالات انتہائی دشوار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ ہجرت اسلامی تاریخ کا نقطہ آغاز اور اسلامی ریاست کی بنیاد ہے۔

☆ مدنی دور اور ریاستی نظم: مدینہ پہنچ کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے:
① مسجد نبوی تعمیر کی، جو عبادت، تعلیم، عدل اور سیاست کا مرکز بنی۔
② مہاجرین و انصار میں مؤاخات قائم کی۔

③ میثاق مدینہ مرتب کیا، جس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق و فرائض طے ہوئے۔
☆ اہم غزوات و معاہدات:

① غزوہ بدر (2 ہجری)، ایمان کی فتح۔
② غزوہ احد (3 ہجری)، صبر اور ثابت قدمی کا درس۔
③ غزوہ خندق (5 ہجری)، دفاعی حکمت عملی۔
④ صلح حدیبیہ (6 ہجری)، امن کی عظیم مثال۔
⑤ فتح مکہ (8 ہجری)، عفو و درگزر کا بے مثال نمونہ۔

☆ فتح مکہ کی عظیم معافی: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے دشمنوں سے فرمایا: ”آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔“

☆ حجۃ الوداع اور آخری وصیت: 10 ہجری میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع ادا کیا اور خطبہ حج میں انسانی مساوات، حقوق نسواں، جان و مال کی حرمت اور قرآن و سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کی تلقین فرمائی۔

☆ وفات مبارک: 12 ربیع الاول 11 ہجری کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وفات پائی۔ آخری الفاظ میں عقیدہ توحید، امت کی ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی یاد شامل تھی۔

☆ سیرت کے نمایاں پہلو:
☆ عقیدہ توحید کی مضبوطی۔
☆ عدل و انصاف پر مبنی نظام۔
☆ اخلاق فاضلہ کا عملی نمونہ۔
☆ علم اور تعلیم کی اہمیت۔

☆ سیرت النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ دنیا کو آج بھی اس اسوہ کی ضرورت ہے، جو نفرت کو محبت میں، ظلم کو عدل میں اور جہالت کو علم میں بدل دے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسوہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

محمد مصطفیٰ ﷺ ایک رہبر، ایک باپ، ایک شوہر کی حیثیت سے

رسول اللہ ﷺ بہترین انداز میں نظم و ضبط قائم رکھتے۔ جنگی حالات ہوں یا عام حالات آپ ہر لحاظ سے نظم و ضبط کو خراب نہیں ہونے دیتے تھے

آپ ﷺ نے امیر و غریب کی تفریق ختم کر دی اور انصاف کے معاملے میں اس قدر واضح پیغام دیا کہ یہ بنو مخزوم کی فاطمہ ہے، اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ یہ عدل و انصاف تھا جو ایک سچے اور حقیقی رہبر نے قائم کیا۔

رہبر مشاورت کرنے والا ہوتا ہے آمر نہیں ہوتا۔ ایک بہترین رہبر اپنی قوم سے مشاورت کے ساتھ اہم امور سرانجام دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ میں یہ صفت بھی بدرجہ اتم موجود تھی، آپ ﷺ حکم الہی کے مطابق اپنے اصحاب سے مشاورت کیا کرتے تھے۔

غزوہ بدر، غزوہ احد اور خندق جیسے مواقع، آپ ﷺ کی صحابہ سے مشاورت کے چشم دید گواہ ہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید نے آپ ﷺ کی اس صفت کو بیان کیا: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آل عمران: 159) ”اور ان سے مشورہ کیا کرو۔“

رہبر ایک بہترین مستظم ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ بہترین انداز میں نظم و ضبط قائم رکھتے۔ جنگی حالات ہوں یا عام، آپ نظم و ضبط کو خراب نہیں ہونے دیتے تھے۔ ہر چیز درست اور ایک نظام کے تحت جڑی ہوئی ہوتی، حساب و کتاب ہوتا، رکن سازی ہوتی، ہر نیا مسلمان جو ہوتا اس کا اندراج ہوتا۔ بدر میں 313، احد میں 700، حدیبیہ میں 1400، فتح مکہ کے موقع پر 10000، غرض کہ ایک نظم و ضبط تھا۔ اسی طرح لشکر کے قیام، صف بندی، اوقات نماز، وضو، غسل کا طریقہ، روزہ سحر و افطار، حج و عمرہ، رہائش گاہیں، ہمسائے، اپنے بیگانے، گفت و شنید غرض کہ قافلوں کی ترتیب ہر ایک چیز میں آپ ﷺ نے عملی رہنمائی دی۔

آپ ﷺ نے جنگی اصول بھی بنائے۔ مثلاً جنگ میں بھی عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ کوئی ایسا پہلو نظر نہیں آتا جہاں آپ نے

آپ ﷺ کا تعارف ان الفاظ میں کروایا:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (التوبہ: 128)

”یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں، تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے، وہ تمہاری بھلائی کے بڑے خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں۔“

ایک رہبر کے بہت سے اوصاف اور خوبیاں ہوتی ہیں، اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

رہبر صاحب بصیرت ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ صاحب بصیرت تھے۔ آپ کی زندگی مبارکہ کا لمحہ لمحہ،

جناب محمد ابراہیم محمدی (وزیر آباد)

آپ کی تعلیمات کا ہر پہلو حکمت و بصیرت سے لبریز تھا۔ آپ مکہ مکرمہ کے ابتدائی حالات دیکھ لیں کہ جب دعوت کا ابتدائی دور تھا۔ حالات انتہائی کٹھن تھے، ایسے حالات میں آپ ﷺ نے کس قدر حکمت و دانائی، بصیرت اور صبر و تحمل کا راستہ اختیار کیا۔ دار ارقم میں خفیہ دعوت کا آغاز اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ایک رہبر حالات کے مطابق حکمت عملی اختیار کرتا ہے۔

رہبر عدل و انصاف والا ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ صرف عدل و انصاف کے داعی ہی نہ تھے بلکہ آپ ﷺ کی زندگی کا لمحہ لمحہ عدل و انصاف سے عبارت ہے۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے بیثاق مدینہ قائم کیا، جس میں مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر قبائل کے درمیان امن، حقوق اور فرائض کا واضح نظام بنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم سے پہلے کی امتیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ وہ امیر کو جرم پر چھوڑ دیتے اور کمزور کو سزا دیتے تھے۔“ (بخاری: 6788)

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ ہر لحاظ سے بہترین ارفع و اعلیٰ ہے۔ زندگی کے جس پہلو پر بھی لکھنا چاہیں ہر پہلو ہی مختلف، ہر عنوان ہی جامع، دلکش اور قاری کو اپنی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔ چیف ایڈیٹر ہفت روزہ اہل حدیث مولانا محمد ابراہیم صاحب کے تفویض کردہ عنوان کے تحت اس مضمون میں سیرت طیبہ کے تین پہلوؤں پر کچھ لکھائے عقیدت محسن انسانیت پیغمبر پیغمبر ایں مرشدنا محمد کریم ﷺ (فداہ ابی و امی) کے بارے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

محمد مصطفیٰ ﷺ بحیثیت رہبر: ایک سچا رہبر قوم کا محافظ، امید کا چراغ اور حق کا پرچم بردار ہوتا ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے، ان کے دلوں میں اعتماد اور یقین پیدا کرتا ہے اور اپنی بصیرت و حکمت سے انہیں کامیابی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ جو صرف راستہ ہی نہیں دکھاتا بلکہ منزل تک پہنچانے کے لیے خود ایک مثال بن جاتا ہے۔ رہبر کا وجود قوم کے لیے روشنی کا مینار ہوتا ہے۔ حقیقی اور اصلی رہبر وہ ہوتا ہے جو اقتدار یا ذاتی مفاد کے لیے نہیں، بلکہ اپنی قوم کی بھلائی کے لیے جدوجہد کرتا ہے، وہ مشکلات میں ڈٹا رہتا ہے، خطرات کا سامنا کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو نقصان سے بچانے کے لیے خود قربانیاں دیتا ہے۔ اس کے قول اور عمل میں یکسانیت ہوتی ہے، وہ جو کہتا ہے وہی کرتا ہے۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ سب سے کامل رہبر محمد مصطفیٰ ﷺ تھے، جنہوں نے بکھری ہوئی قوم کو ایک رب کی توحید کے پرچم تلے متحد کیا، ظلم و جبر کے اندھیروں کو ختم کیا اور عدل و امن کا ایسا نظام قائم کیا جو قیامت تک کے لیے مثال ہے۔ آپ ﷺ کی رہبری کا کمال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صرف رہنمائی نہیں دی بلکہ اپنی پوری زندگی اس رہنمائی کا عملی نمونہ بنادی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں

ایک قائد و رہبر ہونے کی حیثیت سے رہنمائی اور رہبری نہ کی ہو، رہبر ایک مشفق ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ ایک شفیق و مہربان شخصیت بلکہ رحمۃ للعالمین تھے۔ آپ ﷺ ہر ایک کے ساتھ شفقانہ انداز سے پیش آتے، اپنے اصحاب کی پریشانیوں کو دیکھ کر مغموم ہو جاتے اور ان کی ہر طرح اعانت و نصرت فرماتے۔ جو کما نہیں سکتے تھے ان کو کما کر دیتے، جو بوجھ نہ اٹھا سکتے ان کا بوجھ اٹھاتے، جب کوئی صحابی موجود نہ ہوتا، آپ ﷺ اس کی خیریت دریافت کرتے، کوئی بیمار ہوتا، تو تیمارداری کرتے اور ہر ایک کے بارے فکر مند رہتے۔

پیغام محمدی: رسول اللہ ﷺ کی قیادت کا مقصد اقتدار نہیں بلکہ لوگوں کو اللہ کے قریب کرنا اور دنیا و آخرت کی بھلائی پہنچانا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (أَنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا) ”میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ (ابن ماجہ: 229، صحیح)

آپ ﷺ کی رہبری آج بھی دنیا کے ہر شعبے میں کامیابی کا سب سے بہترین ماڈل، نمونہ اور کامل اسوہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ بحیثیت شوہر: ازدواجی زندگی انسان کی شخصیت اور اخلاق کا ایک بڑا امتحان ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بطور شوہر ایسی اعلیٰ مثالیں قائم کیں جو قیامت تک آنے والے ہر مسلمان مرد کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ محبت، عدل، شفقت اور خیر خواہی میں ایسا معیار قائم کیا جو دنیا میں بے مثال ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ جس حسن سلوک کا مظاہرہ کیا، دین اسلام چاہتا ہے کہ ان اوصاف سے ایک شوہر کو متصف ہونا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی مبارک بحیثیت شوہر چند پہلوؤں کی ایک جھلک دکھانا چاہتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت اور شفقت: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے کام کاج میں بیویوں کی مدد کیا کرتے تھے۔“ (صحیح بخاری: 6039)

اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ شوہرانہ محبت صرف الفاظ میں نہیں بلکہ عمل سے بھی کرتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور نرم رویہ اختیار کرتے۔ فرمان رسول ﷺ ہے: (خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي) ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو

اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔“ (الترمذی: 3895، صحیح)

رسول اللہ ﷺ کا عدل اور برابری کرنا: آپ ﷺ اپنی تمام ازواج میں عدل فرماتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ”نبی ﷺ اپنی بیویوں میں عدل کرتے تھے اور تقسیم میں برابری رکھتے تھے۔“ (سنن ابی داؤد: 2135)

قرآن میں حکم ہے: ﴿وَأَن خِفْتُمْ أَزْوَاجًا فَلَا تَكُونُوا فَاقِدًا﴾ (النساء: 3)

”آپ ﷺ اس آیت پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے تھے۔“ رسول اللہ ﷺ کا دل لگی اور خوش طبعی کرنا: ایک مرتبہ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائی، تو وہ جیت گئیں۔ اسی طرح ایک اور موقع پر آپ ﷺ جیت گئے اور فرمایا: ”یہ اس دن کا بدلہ ہے۔“ (سنن ابی داؤد: 2578)

آپ ﷺ ازواج مطہرات کے ساتھ ہنسنا اور محبت بھرے انداز میں بات کرنا پسند کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا غمگساری اور دلجوئی کرنا: جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار ہونے میں مشکل محسوس کر رہی تھیں تو آپ ﷺ نے اپنا گھٹنا آگے کیا تاکہ وہ اس پر پاؤں رکھ کر آسانی سے سوار ہو جائیں۔ (صحیح بخاری: 2120)

جب سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ اکثر ان کو یاد کرتے اور ان کی سہیلیوں کا کرام کرتے۔ یہ ازدواجی وفاداری کی اعلیٰ مثال ہے۔ (صحیح بخاری: 3818)

رسول اللہ ﷺ کا شکایت سنا اور برداشت کرنا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کبھی کسی بات پر ناراضگی ہوتی تو آپ ﷺ سخت الفاظ استعمال نہ کرتے، بلکہ خاموش رہتے یا حکمت سے بات کرتے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم: 4)

پیغام محمدی: رسول اللہ ﷺ بحیثیت شوہر محبت کرنے والے، عدل پر قائم رہنے والے، اپنی بیویوں کی دلجوئی کرنے والے، مزاح اور خوش طبعی سے تعلق مضبوط کرنے والے اور بیویوں کے ساتھ دین و دنیا کے ہر معاملے میں تعاون کرنے والے تھے۔ یہی سنت نبوی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو عزت دے، عدل کرے، اس کے ساتھ محبت سے

پیش آئے اور گھر کے ماحول کو خوشگوار بنائے۔ رسول اللہ ﷺ بحیثیت باپ: اسلام میں باپ کی حیثیت نہ صرف خاندان کے سربراہ کی ہے بلکہ تربیت، محبت، عدل اور شفقت کے جامع نمونے کی بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی میں ہمیں اس پہلو کا سب سے کامل اور عملی نمونہ ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے بیٹیوں، بیٹیوں اور نواسوں کے ساتھ اپنے رویے سے یہ واضح کیا کہ ایک باپ کو اولاد کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کی اولاد: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ، عبداللہ (طاہر: طیب) رضی اللہ عنہ، سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ کا اولاد سے محبت و احترام: ایک باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ کس طرح کا رویہ رکھنا چاہیے اس میں پہلی چیز ہے محبت اور احترام، اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا طریقہ کیا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا جب بھی آتیں، آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے، کھڑے ہو کر اپنی لخت جگر کا استقبال کرتے اور بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: 5217)

نبی کریم ﷺ کا ہی فرمان ہے: (فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي) ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔“ (صحیح بخاری: 3714، صحیح مسلم: 2449)

آپ کے فرزند قاسم قبل از نبوت فوت ہو گئے، دوسرے بیٹے کا انتقال ہوا تو مشرکین نے طعنے دیئے، آپ کا دل مغموم تھا، رب کریم نے سورہ کوثر کا نزول فرمایا اور آپ کو تسلی دی۔ تیسرے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا، آپ نے بیٹے کو بازوؤں پر اٹھایا ہوا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں، فرماتے جاتے ہیں: ابراہیم! تیرے فراق کی وجہ سے دل مغموم اور آنکھیں بہہ رہی ہیں لیکن ہم اپنی زبان سے وہی کہیں گے جس سے رب راضی ہوتا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ اپنی بیٹیوں سے حد درجہ محبت کرتے۔ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی آنکھوں کا تارہ تھیں، تفصیل کا محل نہیں ورنہ ایک ایک بیٹی کے ساتھ آپ ﷺ کی شفقتوں کا ذکر کرتا۔ (باقی صفحہ نمبر 26 پر)

سیرت النبی ﷺ میں عورت کا مقام و احترام

نبی ﷺ نے عورت کو وقار، حیا اور عفت کی حفاظت کیلئے پردے اور حدود کا نظام دیا تاکہ وہ معاشرے میں محفوظ رہے اور عزت سے زندگی گزار سکے

سمجھے اور رائے دینے کا بھی حق دیا۔ خواتین مسجد نبوی میں آکر سوال کرتیں اور آپ نہایت شفقت سے جواب دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اس قدر بڑھ کر حقوق عطا کیے کہ مسلمان عورت کو کبھی اپنے حقوق کے لیے آواز نہیں اٹھانا پڑی۔

مسلمان عورت کو چاہیے کہ وہ ان حقوق کی قدر کرے اور ان کا غلط استعمال نہ کرے۔ اگر عورت اللہ کی نظر میں اچھا بننا چاہتی ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ جو عورت اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقوں سے ادا کرتی ہے تو اس کا حق اسکو ضرور ملتا ہے۔ ذمہ داریوں کو بھول کر حق مانگنا کسی اسلامی عورت کا شعار نہیں۔

اے دختر اسلام!

لگتی ہے کلی کتنی بھلی شاخ چمن پر
ہاتھوں میں پہنچ کر کوئی قیمت نہیں رہتی
جو شمع سرعام لٹا کر ہے اجالے
اس شمع کی گھر میں کوئی عزت نہیں رہتی
مردوں کے اگر شانہ بشانہ رہے عورت
کچھ اور ہی بن جاتی ہے، عورت نہیں رہتی
رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ
عورت گھر کی زینت، عزت و وقار کی حقدار، محبت و
احترام کی مستحق اور معاشرے کا بنیادی ستون ہے۔ اگر
آج ہم اپنی سوچ کو سیرت النبی ﷺ کے مطابق ڈھال
لیں تو گھر میں امن، معاشرے میں عدل اور دلوں میں
محبت جنم لے گی۔

آئیے! عہد کریں کہ ہم عورت کو وہی مقام دیں
گے جو نبی کریم ﷺ نے عورت کو دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں
سیرت النبی ﷺ پر عمل کرنے اور عورت کے حقوق کی
پاسداری کی توفیق دے۔ آمین!

سے ڈرایا۔ گویا آپ ﷺ کی سیرت عورت کے لیے
سرپا رحمت ہے۔ آپ ﷺ نے بیٹی کو رحمت قرار دیا اور
اس کے ذریعے جنت کی خوشخبری سنائی۔ اپنی بیٹی سیدہ
فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے محبت اس قدر تھی کہ جب وہ آتیں
تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور آگے ہو کر ان کا
استقبال کرتے، ان کے ماتھے کو چومتے اور اپنی جگہ پر
بٹھاتے۔ (سنن ابوداؤد: 5217)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دو بیٹیوں کی
پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں، قیامت کے دن وہ
میرے ساتھ ہوگا۔“ (صحیح مسلم: 2631)

نبی کریم ﷺ نے ازدواجی زندگی میں عورت کے
جذبات، ضروریات اور عزت نفس کا خیال رکھا۔ فرمایا:
”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے

مترجمہ سیدہ سعیدہ مصطفیٰ
مدیرہ جامعہ فاطمہ الزہراء للبنات تملہ عالی

بہتر ہوگا اور میں تم سب میں اپنے گھر والوں کے لیے
سب سے بہتر ہوں۔“ (سنن ترمذی: 3895)

آپ ﷺ نے کبھی اپنی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا
اور نہ سخت کلامی کی۔

آپ ﷺ نے ماں کے احترام کو باپ سے بھی مقدم
رکھا۔ جب ایک شخص نے پوچھا کہ میرے حسن سلوک کا
سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:
تیری ماں، پھر دوبارہ پوچھنے پر بھی یہی فرمایا اور تیسری بار
بھی فرمایا: تمہاری ماں، چوتھی مرتبہ فرمایا کہ تمہارا باپ۔
(صحیح بخاری: 5971، صحیح مسلم: 2548)، یوں ماں کا مقام آسمان
سے بھی بلند کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے عورت کو معاشرتی مقام بھی دیا
ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عورت کو تعلیم حاصل کرنے، دین

سیرت النبی ﷺ میں عورت کا مقام ایک اہم، وسیع
اور خوبصورت موضوع ہے اور وقت کی ضرورت بھی۔

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورت کو نہایت کم
تر سمجھا جاتا تھا، نہ اس کے حقوق تھے نہ عزت۔ بیٹی کو
زندہ دفن کر دینا معمول کی بات تھی۔ عورت صرف تفریح
یا خدمت کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے
ایسے تاریک دور میں رحمۃ للعالمین محمد ﷺ کو مبعوث
فرمایا جنہوں نے نہ صرف عورت کا انسانی وقار بحال کیا
بلکہ اسے معاشرے اور خاندان میں احترام کا اعلیٰ مقام
بھی عطا فرمایا۔ وراثت، مہر، نان و نفقہ اور جائیداد کے
حقوق دیئے، جو اس سے پہلے عورت کو کسی معاشرے
نے نہ دیئے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے عورت کو وقار، حیا اور عفت کی
حفاظت کے لیے پردے اور حدود کا نظام دیا تاکہ وہ
معاشرے میں محفوظ رہے اور عزت سے زندگی گزار
سکے۔ آپ ﷺ نے خود بھی ہمیشہ صنف نازک کے
ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا اور دوسروں کو بھی اس
جانب توجہ دلائی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: لوگو! میری بات غور
سے سنو! میں تمہیں عورتوں کے حق میں بھلائی کی نصیحت
کرتا ہوں۔ مزید فرمایا: دنیا ساری کی ساری متاع ہے
اور اسکی سب سے بہتر متاع صالح عورت ہے۔

میں قربان جاؤں اپنے پیارے نبی ﷺ پر کہ آپ
ﷺ نے عورت کو کن کن رفعتوں سے ہمکنار کیا۔

ایک مرتبہ خواتین اونٹوں پر سوار تھیں، اونٹ کے
ساربان سے فرمایا: ”اونٹ مت دوڑاؤ، ان پر آگینے
ہیں، کہیں ٹوٹ نہ جائیں۔“ (صحیح بخاری: 6149، صحیح مسلم:
2323) عورتوں کو آگینے کہا۔ سبحان اللہ!

عورتوں کے حقوق کے بارے میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ

سیرت النبی ﷺ اور امن و انسانیت

تاریخ میں لکھا ہے کہ صحابہ اپنے حصے کی روٹی قیدیوں کو دیتے اور خود کھجور پر گزارہ کرتے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج 8، ص 293) یہ ہے اسلام کا تصور امن کہ دشمن بھی بھوکا نہ رہے۔

عدل و انصاف: امن کا ستون: امن و انسانیت عدل کے بغیر ممکن نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَزَكَّوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ)۔ (صحیح بخاری، حدیث: 3475)

یعنی جب انصاف طبقاتی ہو جائے تو معاشرے کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ عدل طاقتور اور کمزور سب کے لیے برابر ہے۔

عصر حاضر کے لیے رہنمائی: آج دنیا جنگوں، قتل و غارت، دہشت گردی اور تعصبات کا شکار ہے۔ فلسطین میں معصوم بچے شہید ہو رہے ہیں، کشمیر میں ظلم کی داستانیں رقم ہو رہی ہیں اور دنیا کے طاقت ور اپنے مفاد کے لیے کمزور اقوام کو روند رہے ہیں۔ ایسے عالم میں سیرت النبی ﷺ کی آواز ہمیں پکارتی ہے:

میثاق مدینہ: مذہبی رواداری کی ضمانت

فتح مکہ: دشمن کو معاف کرنے کا سبق

بدر کے قیدی: انسانی حقوق کا تحفظ

عدل و مساوات: پائیدار امن کی بنیاد

اگر انسانیت واقعی امن چاہتی ہے تو اسے محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات کی طرف پلٹنا ہوگا۔

نتیجہ: رسول اللہ ﷺ کی سیرت ایک ایسا سمندر ہے جس کی ہر موج امن اور رحمت کی خوشبو لیے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں یہ سکھایا کہ امن تلوار کے سائے میں نہیں بلکہ انصاف کے سائے میں پروان چڑھتا ہے۔ عظمت دشمن کو کچلنے میں نہیں بلکہ اسے معاف کرنے میں ہے۔

دنیا کے فاتحین نے قلعے تو فتح کیے مگر دل ہار گئے، محمد مصطفیٰ ﷺ نے دلوں کو فتح کیا اور دلوں میں بس گئے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی قیامت تک ہر انسان کے لیے روشنی کا مینار ہے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الانبیاء: 107)

یقیناً! آپ ﷺ کی حیات طیبہ امن و انسانیت کی سب سے بڑی گواہی ہے۔

النبیہ، ج 2، ص 147) یہ معاہدہ آج کے ”ہیومن رائٹس چارٹر“ سے کہیں زیادہ جامع اور عملی تھا۔

فتح مکہ: عفو و درگزر کا مینار: فتح مکہ کا منظر تاریخ کے صفحات میں سنہری حروف سے لکھا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتے ہیں، جہاں آپ کو تلوار کی نوک پر نکالا گیا، جہاں آپ پر پتھر برسائے گئے، جہاں آپ کے صحابہ کو شہید کیا گیا۔

لیکن جب قدرت نے دشمنوں کو آپ کے قدموں میں لا ڈالا تو آپ ﷺ نے انتقام نہیں لیا، بلکہ فرمایا: ”جاؤ! آج تم سب آزاد ہو۔“ (ابن ہشام، ج 4، ص 41)

یہ الفاظ صرف ایک معافی نہیں تھے، بلکہ انسانیت کو یہ پیغام تھے کہ حقیقی عظمت عفو میں ہے، نہ کہ انتقام میں۔ دشمنوں کے ساتھ بھی خیر خواہی: اسلام کا اصول ہے: دشمنی میں بھی انسانیت کو نہ بھولو۔ دشمنوں کو دین کی دعوت پیش کرو، ان کا پانی بند نہ کرو، اگر کوئی دشمن براسلوک کرتا ہے

جناب افضل جوینیہ

تو آپ حتی الوسع انکے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، تاکہ وہ آپ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف راغب ہو سکیں۔ انسانیت کی خدمت ہی سب سے بڑی دعوت ہے۔

جنگ کے میدان میں بھی انسانیت: جہاں دنیا کے فاتحین جنگ میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو بے دریغ قتل کرتے تھے، وہاں نبی کریم ﷺ نے اپنے لشکروں کو ہدایت دی: (لَا تَقْتُلُوا طِفْلاً، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا شَيْخًا كَبِيرًا)۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: 2614)

یہ الفاظ اعلان ہیں کہ اسلام کی تلوار صرف ظالم کے خلاف ہے، کمزور اور بے گناہ کے خلاف نہیں۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک: غزوہ بدر میں جب قیدی مدینہ لائے گئے تو مسلمانوں نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ قرآن نے اس کو آیت میں محفوظ کر لیا:

﴿وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مَشْكُونًا وَ يَتَنَبَّأُ

وَ أَسِيرًا﴾ (الإنسان: 8)

دنیا کی تاریخ کے اوراق پلٹیں تو ہر صفحہ خون و خاک سے تر نظر آتا ہے۔ انسان نے انسان کے خون سے زمین کو رنگا، تعصبات نے بھائی کو بھائی کا دشمن بنا دیا، طاقت نے کمزوروں کو کچل دیا۔ روم و فارس کی تہذیبیں اپنے جاہ و جلال کے باوجود ظلم و استبداد کی بنیاد پر کھڑی تھیں۔ ایسے عالم میں انسانیت ایک مسیحا کی منتظر تھی۔ ایک ایسی ہستی جو اسکے زخموں پر مرہم رکھے، اسکے دل کو سکون دے اور اس کی بکھری ہوئی قدروں کو سنبھالے، پھر مکہ کی وادیوں سے ایک آواز بلند ہوئی، وہ آواز جس نے کائنات کو جگایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الانبیاء: 107)

محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت صرف عرب کے ریگزاروں کے لیے نہیں تھی بلکہ پوری انسانیت کے لیے امن و رحمت کا اعلان تھی۔ آپ ﷺ کی زندگی سراپا پیغام امن اور سراپا درس انسانیت ہے۔

بعثت محمدی ﷺ: امن کا آفاقی پیغام

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي

رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الاعراف: 158)

یہ اعلان قیامت تک کے لیے تھا کہ محمد ﷺ کا مشن کسی خاص قبیلے، رنگ یا نسل کیلئے نہیں بلکہ کل انسانیت کیلئے ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے ہر گورے اور کالا انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔“ (صحیح مسلم)

یہ ہے اسلام کا کمال کہ اس نے تمام امتیازات مٹا کر ایک ہی رشتے کو باقی رکھا، وہ ہے انسانیت کا رشتہ۔

میثاق مدینہ: بھائے باہمی کا آئین: مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ ایک ایسا آئین تشکیل دیا جس کی بنیاد پر مختلف مذاہب اور قبائل پر امن طریقے سے رہ سکیں۔ یہ تھا ”میثاق مدینہ“

انسانی تاریخ کا پہلا تحریری معاہدہ جس نے ریاست کو عدل و انصاف پر کھڑا کیا۔ اس معاہدے کے نکات پر غور کیجیے۔ یہود کو اپنے دین پر عمل کی آزادی دی گئی۔ سب شہری یکساں حقوق کے حامل قرار پائے۔ ظلم اور زیادتی کے خلاف سب متحد کھڑے ہوں گے۔ (ابن ہشام، المیرۃ

ابراہیمی معاہدہ کیا ہے.....؟

استعماری طاقتیں چاہتی ہیں کہ فرق مٹاؤ، سب کو برابر مانو اور اسلام کو بھی اسی ایک مذہب کی صف میں لاکھڑا کرو

ابراہیمی معاہدہ دراصل، اسرائیل اور کچھ عرب و مسلم ممالک کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے کے لیے کیے گئے معاہدوں کا ایک اہم سلسلہ ہے۔ جو امریکا کی ثالثی میں انجام دیا گیا اور اس کا نام پیغمبر ”ابراہیم علیہ السلام“ کے نام پر رکھا گیا، جو ابراہیمی مذہب میں ایک مشترکہ ہستی ہیں۔ یہ بات بھی زیر غور رہے کہ ابراہیمی معاہدہ کی بات بظاہر عرب اسرائیل سفارتی تعلقات کے حوالے سے کی جاتی ہے، لیکن اس کے در پردہ بہت سے پہلو ہیں۔ چند ایک پہلوؤں پر کچھ عرض کرنا ضروری ہے تاکہ قارئین اس سے باخوبی آگاہ ہوں اور اس سارے کھیل کو مختلف حلقہ جات میں اجاگر کر کے ان قوتوں کے اصل چہروں سے عوام الناس کو آگاہ کر سکیں۔

ایک عرصے سے استعماری قوتوں کی طرف سے عالمی سطح پر یہ بات کہی جا رہی ہے کہ مذاہب کو آپس میں ”ہم آہنگی“ بلکہ اتحاد مذاہب کے عنوان سے ”باہمی افہام و تفہیم“ یا ”کچھ لو اور کچھ دو“ کی کوئی صورت نکالنی چاہیے۔ اس سارے منصوبے اور چال کو قبول کرانے میں انہیں رکاوٹ صرف مسلم معاشرے میں پیش آرہی ہے کہ حکمران طبقوں سے قطع نظر دینی و عوامی ماحول میں مسلم امت، دین اسلام کے معاشرتی و تہذیبی کردار سے بالکل بھی دست بردار ہونے کے لیے کسی بھی صورت میں تیار نہیں ہیں۔ اس لیے مختلف مذاہب کے درمیان مکالمہ، ہم آہنگی اور یک جہتی اتحاد بین الممالک وغیرہ کے نام پر بہت سی سرگرمیاں منعقد کی جاتی رہتی ہیں، تاکہ مسلم دنیا کو بھی مذہب کے بارے میں آج کے عالمی استعماری فلسفے کے دائرے میں محصور کر لیا جائے۔

یہی ایک کوشش اور ایک دائرہ ”ابراہیمی مذاہب“ ہے، جس میں موجود تین بڑے مذاہب کو یکجا کیا جائے اور ایک میز پر بٹھا کر کچھ افہام و تفہیم کی راہ نکال لی جائے۔ کیوں کہ مسلمان، مسیحی، یہودی اور بعض روشن خیال

طبقوں کے نزدیک ہندو بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں، اس لیے ان سب کو ایک چھت کے نیچے جمع کیا جاسکتا ہے۔ جس کے لیے عرصے سے بین الاقوامی ماحول میں محنت کا ایک میدان سرگرم ہے اور اب حالات و واقعات کے ساتھ یہ بات مکمل طور پر واضح ہو چکی ہے کہ ”ابراہیمی معاہدہ“ بھی اسی کا حصہ ہے۔ اسی مقصد کے لیے ابوظہبی میں ”ابراہیم ہاؤس“ بھی تعمیر کیا جا چکا ہے، جس کے بارے شروع دن سے ہی اہل اسلام کے ہاں ایک تشویش کی لہر تھی۔ اسی کے پیش نظر کچھ گزارشات پیش کر رہے ہیں۔ تاہم اس حوالے سے بہت سے علمی حلقوں میں یہ بات ہو رہی ہے۔ اب ضرورت ہے کہ اس کے بارے نسل نو کو سمجھایا جائے اور عوام کے لیے بھی مختلف ذرائع کی مدد سے اس کی اصلیت سے پردہ اٹھایا جائے۔

جناب البدراثری

نسل انسانی کی امامت: یہ بات تو ہم بآسانی سمجھتے ہیں کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ ساری انسانیت کے رسول اور نبی ہیں۔ آپ کی نبوت کے بعد اب کسی اور کو نبی ماننا دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اب آپ ہی امام الانبیاء والمرسلین ہیں۔ جب آپ انبیاء و رسل کے امام بنادے گئے تو ساری انسانیت کی امامت کا تاج بھی آپ ہی کے سر مبارک پر ہے اور آپ ساری انسانیت کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ نہ کہ ایک قوم، گروہ، یا قبیلہ کی طرف۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۖ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِیْ وَيُمِیْتُ ۖ فَآمِنُوا بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِیِّ ٱلَّذِیَ ٱلَّذِیْ یُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَتِهِۦ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (الاعراف: 158)

”کہہ دیجیے، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا

رسول ہوں، جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی اُمی پر ایمان لاؤ، وہ جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً.)

”پہلے نبی صرف اپنی قوم ہی کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔“ (صحیح بخاری: 335)

اسی طرح آپ ﷺ کا دوسرا شرف و امتیاز یہ ہے کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ فرمادیا گیا ہے، یعنی جس طرح آپ کی بعثت، بعثت خاصہ نہیں، بلکہ بعثت عامہ ہے، یعنی مخصوص قوم اور وقت تک کے لیے نبی نہیں ہیں اور آپ کی نبوت کا عرصہ بھی محدود نہیں بلکہ قیامت تک ہے اور یہ آپ کی بعثت عامہ کا لازمی تقاضا ہے۔ قرآن میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ...﴾ (الاحزاب: 40)

”محمد (ﷺ) تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔“ یہود و نصاریٰ کے ہاں اس کا پہلو کچھ اور ہے۔ آئیے ذرا وہ بھی سمجھتے ہیں:

قرآن مجید میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ تفصیل سے موجود ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام، بنی اسرائیل کے بھی باپ ہیں اور بنی اسماعیل کے بھی اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو پوری نسل انسانی کی امامت کا اعزاز بھی بخشا۔

﴿وَإِذْ بَنَیْنا بُرْءَہٗ رَبُّہٗ بِکَلِمَتٍ فَاَتَتْہُنَّ طٰلِقٰلِ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ط قَالَ لَا یُنَالُ عَهْدِیْ الظَّالِمِیْنَ﴾ (البقرة: 124)

”ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بہت سی آزمائشوں میں ڈالا جس میں وہ پورے اترے، ہم نے ان سے کہا کہ ہم آپ کو نسل انسانی کی امامت عطا فرمائیں گے۔“

کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسلام کی پہچان حق پر ڈٹنا، دین حنیف کو ماننا اور استقامت کی مثال بننا ہے، باطل سے مفاہمت و مدافعت نہیں۔ اسلام اور دیگر ادیان میں فرق بھی یہی ہے اور یہ بڑا ہی واضح فرق ہے۔ اسلام نبی آخر الزمان ﷺ کی لائی ہوئی وحی محفوظ ہے اور باقی سب تحریف شدہ تاریخیں ہیں۔

اسلام توحید خالص ہے، باقیوں میں شرک کی آمیزش ہے۔ اسلام عدل کامل ہے، باقی نظام خواہش پر مبنی ہیں اور مسلمان..... ہاں مسلمان وہ ہے جو سراپا دعوت ہے مگر معذرت خواہ نہیں، وہ دوسروں کو گلے لگاتا ہے..... مگر اپنے عقیدے کی قیمت پر نہیں۔ یہ ہے ہماری شناخت اور پہچان، جو ہمیں دوسروں سے نمایاں اور الگ کرتی ہے۔

اگر دین اسلام بھی باقی ادیان کی طرح ایک دین اور ایک ”راستہ“ ہی ہے، تو پھر حق کیا ہے؟ اوپر اس کی وضاحت آپ پڑھ چکے ہیں۔ اگر ہم سب برابر ہیں، تو پھر قرآن کا نزول کیوں ہوا؟ اگر سب نجات پاسکتے ہیں، تو پھر خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کیوں ہوئی؟ یہ اور اس طرح کے بہت سے سوالات کا یہی جواب ملے گا۔

اسلام سچ ہے اور ”واحد سچائی“ اور باقی ہر دعوت، سچ کے مقابلے میں گمراہی ہے۔ چاہے کتنی ہی خوبصورت اور دلکش ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ وہ ہمدردی و ہم آہنگی کے جملوں کے ساتھ ہی مزین کیوں نہ ہو۔ اب اس بات کو ذہن نشین رکھنا ہے۔ ہمیں ہر مظلوم کے ساتھ کھڑے ہونا تو ہے، مگر باطل کو حق تسلیم کر کے نہیں، ہمیں ہر قوم سے عدل کرنا تو ہے، مگر اسلام کا جھنڈا جھکا کر نہیں، اسلام کی دعوت محبت ہی ہے، مگر عقیدے پر سمجھوتہ نہیں۔

”ابراہیمی اتحاد“ وحدت کا نام یا عقیدے کا امتحان: آئیے ذرا غور کیجیے! کیا صرف ایک نسبت تمام دینوں کو برابر کر سکتی ہے؟ کیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا نام ہی کافی ہے، یا ان کا راستہ بھی، ان کی توحید اور ان کی قربانی کو بھی ماننا شرط ہے؟ کیا مذاہب کو جوڑنے کے لیے ایمان کی حدیں مٹائی جاسکتی ہیں؟ یہ وہ سوال ہیں، جو آج ”ابراہیمی اتحاد“ جیسے فکری منصوبوں کی گونج میں ہر بیدار مسلمان کے دل میں اٹھنے چاہئیں۔

کہا جاتا ہے کہ ”اسلام، عیسائیت اور یہودیت“

ایک اللہ تعالیٰ کو ماننے والوں کے برابر ہو جائیں۔ اصل ابراہیمی وہی ہے جو موحد ہیں اور صرف ایک ہی اللہ کو ”الہ“ مانتے ہیں اور دین حنیف پر قائم و دائم ہیں، جو شرک اور افراط و تفریط سے بھی محفوظ ہے۔

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُولَٰئِكَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًّا ۚ يَبْهِكُهُمْ ۖ وَمَنْ يَبْكَفُ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ (آل عمران: 19)

”بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جو اپنے پاس علم آجانے کے بعد اختلاف کیا وہ صرف باہمی حسد و عناد کے باعث تھا اور جو کوئی اللہ کی آیتوں کا انکار کرے تو بیشک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۔“

بات یہ کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) اور دین اسلام کے ساتھ یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کے اختلاف کی وجہ یہ نہیں کہ انہیں دین سمجھنے میں کوئی غلط فہمی یا دقت پیش آئی بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دو ٹوک انداز میں اختلافات کا سبب بیان کر دیا کہ دین اسلام کا انکار کرنے والوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔ حالانکہ وہ آپ کی ذات اور دین کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ مگر ذاتی برتری، معاشرتی رجحانات، جماعتی تعصبات اور مالی مفادات کی بنیاد پر انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا کیونکہ دین تو اللہ تعالیٰ نے ہی نازل فرمایا ہے، اسی دین کو پسند بھی کیا ہے۔ لہذا دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

”اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔“ (آل عمران: 19)

اسی طرح سورۃ آل عمران آیت نمبر 132 میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی اپنی اولاد کو اسی دین حنیف کے ساتھ موت کے آجانے تک جڑے رہنے کی وصیت کا ذکر خیر ہوا ہے۔ اسی موضوع کی دیگر ”آیات و احادیث“

اب صورت حال یہ ہے کہ سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بیٹے سیدنا یعقوب علیہ السلام ہیں، جن کا لقب اسرائیل ہے، جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں، ان سے بنی اسرائیل آگے چلے۔ موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، ان کے بعد بنی اسرائیل کے دیگر انبیاء اور عیسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل میں ہی آئے۔ اس طرح (یہودیت و عیسائیت) دنیا کے دونوں بڑے مذہبی خاندانوں کے ”جد امجد“ ابراہیم علیہ السلام ہوئے۔ دوسری طرف نبی کریم ﷺ ہیں کہ آپ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور یہ خاندان جزیرہ عرب میں ہی آباد تھا اور اہل مکہ بھی اپنے آپ کو ابراہیمی ہی کہتے تھے۔ (دین اسلام سے قبل، یہ تیسرا خاندان تھا)۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”میں اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا نتیجہ ہوں۔“

یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مشرکین مکہ بھی جو اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے تو اس کی وجہ یہ کہ سیدنا ابراہیم کے پہلے (بڑے) بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اور ان کے خاندان والے ہی ہیں۔ جو ایک تیسرا خاندان تھا اور اسی خاندان میں نبی آخر الزماں ﷺ کو مبعوث کیا گیا..... اس طرح اب یہ دنیا کا تیسرا مذہب ”اسلام“ ان کے ”جد امجد“ بھی ابراہیم ہی ہیں۔

یہ ہے وہ دائرہ اور وہ دعوت جو ”ابراہیمی معاہدہ“ کو قبول کرنے کے لیے دی جا رہی ہے کہ ”سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہونے والے تمام نبیوں کی طرف منسوب مذاہب سب ٹھیک ہیں، سب ابراہیمی ہی ہیں تو اہل مل بیٹھ کر جھگڑے ختم کر دیئے جائیں، ایک میز پر آجائیں، کچھ فائدہ لیں اور کچھ ہمیں بھی دیں۔“

جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو ٹوک الفاظ میں تینوں کے دعوے کی تردید کی اور اصلی ابراہیمی کی پہچان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

”ابراہیم علیہ السلام یہودی بھی نہیں تھے، عیسائی بھی نہیں تھے، مشرک بھی نہیں تھے، بلکہ وہ موحد ”مسلمان“ تھے۔“ (آل عمران: 67)

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تین اور دو کو ”الہ“ ماننے والے

تینوں سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نسبت رکھتے ہیں، لہذا یہ سب ادیان ”ابراہیمی“ ہیں اور انہیں ایک ہی دائرے میں سمیٹ کر بین المذاہب وحدت اور امن کی نئی عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے۔ اسی سلسلے میں ابوظہبی کی سرزمین پر بنی وہ عمارت جس میں ایک مسجد، ایک چرچ اور ایک معبد کو یکجا کر کے ”ابراہیم فیملی ہاؤس“ کہا گیا، کیا یہ واقعی امن کا راستہ ہے؟ یا یہ عقیدے کی پہچان مٹانے کا ایک ”خاموش ہتھیار“؟

یہ نعرہ کہ ”ہم سب ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والے ہیں“ کتنا خوبصورت لگتا ہے، لیکن کیا یہ سچ ہے؟..... کیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہر باطل کے ساتھ ہاتھ ملایا؟..... کیا انہوں نے عقیدہ توحید پر کوئی مفاہمت کی؟..... کیا ان کی دعوت کسی وحدت مذہب کی طرف تھی یا حق کے سوا سب سے برأت کی طرف؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تو دو ٹوک فرما دیا: ”ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ یکسو مسلمان تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔“ اور ابراہیم تو وہ ہیں جنہوں نے مفاہمت کے لیے ہاتھ اپنے والد سے بھی نہیں ملایا کہ یہاں بات اب توحید کی تھی۔

سچا وارث، کون؟ اگر آج بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت اور وارث ہونے کو عزت و شرف سمجھا جاتا ہے تو پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ذہن نشین رہے جس میں یہ فیصلہ فرما دیا گیا ہے کہ:

﴿إِنَّ أَوَّلَى الْثَأْسِ بِآبِئِهِمْ لَكَذِبُ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا

النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾

”بے شک (دنیا میں) سب لوگوں سے ابراہیم کے

زیادہ قریب یقیناً وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس

(ابراہیم علیہ السلام) کی پیروی کی اور یہ نبی (محمد ﷺ)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ مومنوں کا دوست

ہے۔“ (آل عمران: 68)

لہذا، عقائد و اعمال کے لحاظ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر وہ لوگ تھے جو ان کے پیروکار تھے یا پھر یہ نبی ﷺ ہیں اور جو ان کے پیروکار ہیں۔ اسی لیے قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کو ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے: ﴿أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾: غالباً اسی

نسبت سے جو درود اُمت محمدیہ کو نماز میں پڑھنے کے لیے سکھایا گیا ہے، اس میں بھی ایسے الفاظ وارد ہیں اور وہ اسی آیت کی تفسیر ہیں۔ بلکہ اس اعتبار سے تو مسلمانوں کو یہ کہنے کا حق ان سے زیادہ ہے کہ ہم اس طریقے پر ہیں جس پر ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ہمارا تعلق اور نسبت بفضل اللہ تعالیٰ، مضبوط اور مستحکم ہے۔ لہذا اس کے بعد اب تو تقابل کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہی نہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَلاَةً مِنَ النَّبِيِّينَ وَ إِنِّ وَلِيِّيَ أَبِي وَ خَلِيلُ رَبِّي)

”ہر نبی کے لیے نبیوں میں سے کچھ دوست ہیں،

جن سے اس کا خصوصی تعلق ہوتا ہے اور میرا

(خاص تعلق والا) دوست میرا باپ اور میرے

رب کا خلیل ہے۔“ (ترمذی: 2995)

عقائد و اعمال کے لحاظ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر وہ لوگ تھے جو ان کے پیروکار تھے
یا پھر یہ نبی ﷺ ہیں اور جو ان کے پیروکار ہیں

تو پھر اس کے بعد یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آج ہم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ان کے راستے کو چھوڑ دیں۔ کیا وحدت کے لیے عقائد و ایمان کی بنیادیں قربان کر دی جائیں؟ اور یہ کیسے مان لیں کہ سب مذاہب ایک جیسے ہیں؟ اگر ہاں..... تو پھر قرآن کا دعویٰ حق کیا ہوا؟ سورہ الکافرون کے نزول کی کیا ضرورت تھی؟ اور نبی کریم ﷺ نے اسلام کی آبیاری کے لیے اتنی تکالیف کیوں جھیلیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ماریں کیوں کھائیں؟ پھر ہجرت، بدر، احد اور خندق کے معرکے کیوں ہوئے؟ حدیبیہ کے موقع پر جذبات کو کیوں ٹھنڈا کیا؟ کیا یہ سب محض تاریخ کے جذباتی ابواب تھے، یا یہ سب صرف ”مذہبی شدت پسندی“ کی علامتیں؟ اگر سب راہیں نجات کی طرف ہی جاتی ہیں..... تو پھر مشرکین مکہ کی طرف سے ”مفاہمت اور ہم آہنگی“ کے نام پر دی گئی پیش کش کو محمد رسول اللہ ﷺ نے ٹھکرا کر اسلام کی امتیازی حیثیت کو کیوں قائم رکھا؟ بلکہ آپ ﷺ نے اپنے عمل و کردار سے یہ بات

واضح کر دی کہ دین اسلام کے سامنے ایسا کوئی سمجھوتہ نہیں، کوئی سودے بازی نہیں اور نہ ہی کوئی اتحاد چلے گا۔ دراصل یہ سب کلمہ توحید کے تحفظ کی ہی قیمت تھی۔ آج ہمیں بھی اسی ہمت، جرأت اور حمیت کی ضرورت ہے۔ ٹھہریے ذرا اصلیت کو جانے! ابراہیمی اتحاد بظاہر تہذیبی اشتراک ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ حقیقت میں عقیدے کی یکسانیت کا دعویٰ ہے۔

یہ ایک نظریہ ہے جو ہمیں یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ فرق مٹاؤ، سب کو برابر مانو اور اسلام کو بھی اسی ایک مذہب کی صف میں لا کھڑا کرو۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اسلام کسی صف میں کھڑا ہونے آیا تھا؟ نہیں، یہ توصیفیں چیر کر حق اور باطل کے درمیان لکیر کھینچنے آیا تھا۔

اسلام وہ دین ہے جس نے اعلان کیا: ”اسلام کے سوا جو دین بھی اپنایا جائے گا، وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔“ پھر کیا اب ہم اس اعلان کے مقابلے میں ”عالمی مفاہمت“ کی کسی میز پر ایمان کا سودا کرنے بیٹھ جائیں؟ یاد رکھیے! اگر ایسا ہوا تو پھر یہ صرف نظریاتی ہی نہیں، علمی و عملی زوال کا آغاز بھی ہوگا۔

کیا فلسطین کے شہداء، غزہ کی ماؤں کی آہیں، اقصیٰ کی چیخیں اس نام نہاد ”ابراہیمی معاہدہ“ نے ان کے درد کو ختم کیا؟ یا درپردہ یہ محض ان مظلوموں کی قیمت پر ظالموں سے دوستی کا معاہدہ اور صرف اپنے مفادات کا حصول اور اس کی ہی ایک جنگ ہے۔ یہ سب کچھ ہمیں ایک لمحہ فکر یہ دیتا ہے۔ کیا ہمیں ماضی میں اس طرح کے معاہدوں کے تحت امن ملایا پھر اپنا نظریہ، اپنی شناخت، اپنی تاریخ ہی کھودی؟

سب سے بڑھ کر یہ بات بھی یاد رکھیں کہ نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اب نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی نئی شریعت بلکہ آپ ﷺ نے تو ”دواوردو چار“ کی طرح یہ بات واضح کر دی کہ ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے لیے ظاہر ہو جائیں اور تم ان کی اتباع کرو اور مجھے چھوڑ دو تو تم سیدھے راستے سے ہٹ جاؤ گے (گمراہ ہو جاؤ گے) اگر وہ (موسیٰ) زندہ ہوتے اور میری نبوت کو

پالیتے تو وہ بھی میری اتباع کرتے۔“ (سنن دارمی: 449)
ہاں یہ ذرا سمجھیں ”اگر موسیٰ علیہ السلام بھی آتے، تو میری ہی اتباع کرتے!“ اور وہ صحیح احادیث بھی ذہن میں رکھیں، جن میں قیامت سے پہلے، جہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر ملتی ہے، وہیں یہ بھی خبر ملتی ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نئے نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگا، بلکہ وہ نبی آخر الزماں محمد عربی علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی کریں گے اور اسی کے مطابق امت میں فیصلے فرمائیں گے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور امت محمدیہ کے اعزاز میں اس وقت کے امام کی اقتدا میں نماز ادا فرمائیں گے۔

تو کیا یہ سب کچھ اسلام کی برتری، خاتم النبیین ﷺ کی شریعت کی فوقیت اور دین کی تکمیل کا واضح اعلان نہیں؟ یہاں یہ بات انتہائی قابل غور ہے کہ اہل کفر اور یہود و نصاریٰ کے تمام کے تمام مطالبات مان بھی لیے جائیں تب بھی یہ ہم سے راضی ہونے والے نہیں ہیں اور اس بات سے ہمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبردار بھی کر دیا تاکہ ہم کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، کفار کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آئیں۔ مسلمانوں کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پیش نگاہ رکھنا چاہیے۔ اگر مسلمان دوسروں کو خوش کرنے کے لیے اپنا دین اور تہذیب چھوڑ دیں گے تو اس طرح یہود و نصاریٰ شاید وقتی طور پر تو خوش ہوں، مگر مسلمان اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت سے محروم ہو جائیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نصرت

و حمایت سے محروم ہو اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اسی بات کی وضاحت درج ذیل آیت میں فرمادی گئی ہے:
﴿وَكُنْ تَرَضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۚ قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۚ وَلَا كَيْفَ لِكَرْبَتِكَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۚ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاوٍ وَلَا نَصِيرٍ﴾
”آپ سے یہود اور نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی

اسلام عدل، محبت اور دعوت کا دین ہے مگر

اسلام اپنے عقیدے اور تہذیب پر بالکل

کبھی بھی سودے بازی نہیں سکھاتا

ہدایت ہے اور اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم آجانے کے، پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔“ (البقرہ: 120)

اس کے بعد پھر ہمیں کس چیز کی تلاش ہے؟ ہمیں کس مفاہمت کی ضرورت ہے؟ کون سا اتحاد ہے جس کے لیے ایمان کی سرحدوں کو مٹا دینا چاہیے؟ اسلام عدل، محبت اور دعوت کا دین ہے مگر اسلام اپنے عقیدے اور تہذیب پر بالکل، کبھی بھی سودے بازی نہیں سکھاتا۔

اسلام ہمیں رواداری سکھاتا ہے مگر ایمان کی قیمت پر نہیں۔ اسلام ہمیں دوسروں کے ساتھ بھلائی کا حکم تو دیتا ہے مگر اپنے تشخص کو مٹا کر نہیں۔ جو اسلام کو دوسروں جیسا کہے، وہ دراصل اسلام کو ان جیسا بنانا چاہتا ہے۔

ہاں! جو اسلام کی امتیازی روش، اس کی آخری شریعت اور نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے نور پر قائم رہے وہی دراصل ”ابراہیم علیہ السلام کا“ سچا وارث ہے۔ آج پھر کچھ ایسی ہی پیش کش ہو رہی ہے، جو عالمی سطح پر سب کے سامنے ہے اور یہ ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ”ابراہیمی اتحاد“، ”بین المذاہب وحدت“، ”مشرک خدا“ اور ”مذہبی مکالمہ و ہم آہنگی“ یا مفاہمت یہ کہ سب مذاہب سچے ہیں، یعنی سب کو ایک کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، جو دراصل توحید اور دین اسلام کی اصل روح کو گم کرنے کی سازش ہے، ہرگز نہیں جناب! توحید توحید ہے اور شرک شرک ہے۔ یہ بہت بڑے فتنے کا آغاز ہے جو پوری دنیا میں اب پھیلے گا، جس کی قیادت اب امریکہ کا صدر کر رہا ہے۔

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید جو نہیں جانتے وفا کیا ہے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ امت کی اصلاح فرمائے اور امت کو ان اٹھنے والے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ امت کو وہی ہمت و جرأت عطا فرمائے جس کا عملی نمونہ ہم اوپر پڑھ آئے ہیں۔ آمین یا رب العالمین!

تھے بلکہ اولاد کی تربیت اور دینی رہنمائی بھی فرماتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی نصیحت فرمائی کہ آخرت کی فکر کریں اور محض نسب پر بھروسہ نہ کریں۔ (صحیح بخاری: 2753)

پیغام محمدی: آپ ﷺ بحیثیت والد آج ہر والد کے لیے بہترین نمونہ اور مشعل راہ ہیں۔ ہر والد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ محبت کرے، انہیں عزت دے اور معاشرے میں ایک عزت دار فرد بنائے۔ اولاد کے درمیان عدل کرے اور اولاد کو دین کے لازمی امور کی تعلیم دے جس سے ان کی دنیا و آخرت سنور جائے۔

☆☆☆

رسول اللہ ﷺ کا بیٹیوں کے حق میں وصیت کرنا: آپ ﷺ نے اس وقت کی جاہلانہ رسم ”بیٹیوں کو باعثِ شرم سمجھنا“ کا خاتمہ کیا اور ان کی عزت و تربیت کو باعثِ جنت قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ ابْتَلَيْ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ).
”جس کو بیٹیوں کی آزمائش ہو اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو یہ بیٹیاں اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔“ (صحیح بخاری: 1418، صحیح مسلم: 2629)

رسول اللہ ﷺ کا اولاد کے بارے اخروی فکر کرنا اور نصیحت فرمانا: رسول اللہ ﷺ نہ صرف محبت کرتے

بقیہ صفحہ نمبر 20: رسول اللہ ﷺ کا نواسوں سے شفقت کرنا: آپ ﷺ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحْبَبْهُمَا)
”اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما۔“ (صحیح بخاری: 3749، صحیح مسلم: 2428)
آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے کہ سیدنا حسن یا حسین رضی اللہ عنہما آپ کی پشت پر سوار ہو گئے، تو آپ نے نماز لمبی کر دی اور سجدے سے اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک وہ خود نہ اتر گئے۔ (مسند احمد: 16265، صحیح)

اہل مذہب اور سیکولرزم..... آصف محمود کے کالم کا تنقیدی جائزہ

عوامی بیزاری کا علاج سیکولرزم نہیں، بلکہ دین کی اصل روح (کتاب و سنت)، عدل و انصاف اور خیر خواہی کی جانب واپسی ہے

قربانی کے جانور کی آن لائن خریداری بھی ناجائز ہے۔ جدید دور میں شعور انسانی سوال اٹھاتا ہے لیکن عالم یہ ہے کہ جو جس درجے میں اختلاف کرے گا ان کی دین دوستی پر سوال اٹھ کھڑا ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ لوگ مذہبی مباحث سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ میں تو خود کو محض مسلمان کہتا ہوں کہ یہی میری شناخت ہے اور یہی مجھے کافی ہے لیکن جو دوست خود کو ’اسلامسٹ‘ کہتے ہیں وہ بھی اب مذہبی مباحث کو بھاری پتھر کی طرح چوم کر چھوڑ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس جنون کے عالم میں معقول بات کی ہی نہیں جاسکتی۔

اہل صحافت خیر خواہی میں ایک دوسرے کو سمجھاتے ہیں کہ لکھتے اور بولتے وقت مذہبی معاملات سے خود کو دور رکھو ورنہ کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے، یہ کیا ہے؟ یہ سیکولرزم کی دستک ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہاں اسلام کا صرف نام استعمال کیا گیا۔ یہ بات ناقابل فہم ہے کہ جب دین مکمل ہو چکا تھا تو پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ کیسے قرار دیا گیا۔ تجربات تو وہاں ہوتے ہیں جہاں کوئی چیز یقین کے درجے میں نہ ہو۔ بعد کی تاریخ بتاتی ہے کہ یہاں کسی نے اسلام نافذ کرنے کا نہیں سوچا، سب کی توجہ تجربے کرنے پر رہی رہی اور اہل مذہب ہر تجربے میں برابر کے شریک رہے اور فیض یاب ہوئے۔ بھٹو صاحب کے اپنے تجربات تھے اور ضیاء الحق صاحب کے اپنے۔ ضیاء صاحب کا پلڑا اس لیے بھاری رہا کہ ان کے تجربہ گاہ میں یہ اصول طے ہوا کہ اگر آپ کو اسلام چاہیے تو پھر قبلہ ضیاء الحق صاحب اگلے پانچ سال کے لیے صدر محترم ہوں گے۔ معاملات کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کی بجائے اسلام کو اپنے مطالبات کے لیے استعمال کیا گیا۔ کبھی سیاست کے لیے، کبھی تزویراتی امور میں۔ بھٹو سے جان چھڑانا ہو تو تحریک نظام مصطفیٰ شروع ہو جاتی ہے، بے نظیر

قائل تھا اور گیلیلیو اس لیے زیر عتاب آیا کہ وہ سورج کے گرد زمین کی گردش کا نظریہ رکھتا تھا۔ کلیسا میں لالچ بھی بہت تھا اور طاقت بھی بہت۔ خود کلیسا کے پاس دولت کے انبار تھے لیکن لوگوں کو بتایا جا رہا تھا کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ تو گزر سکتا ہے لیکن دولت مند کبھی جنت میں نہیں جا سکتا۔ طاقت کا عالم یہ تھا کہ شہنشاہ ہنری چہارم کو کانوسا کے قلعے میں پوپ کے سامنے ننگے پاؤں پیش ہونا پڑا۔ سماج بے بس ہو گیا تھا۔ تعبیر دین کے جملہ حقوق کلیسا کے پاس تھے اور اس تعبیر کے نام پر شعور انسانی کا ابطال کیا جا رہا تھا۔

چنانچہ سماج رد عمل میں، دھیرے دھیرے سیکولرزم ہوتا چلا گیا اور ایک وقت آیا کہ مذہب کا ان کی اجتماعی زندگی میں کوئی عمل دخل نہ رہا۔ مغرب میں مذہب اب

پروفیسر ڈاکٹر نعمان احمد الحداد

ایک فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پاکستانی سماج بھی اسی عمل سے گزر رہا ہے۔ وہاں آدمی اور خدا کے درمیان کلیسا حائل ہو گیا تھا، یہاں فرد اور خدا کے درمیان اہل مذہب نے مورچہ لگا لیا ہے۔ ریاست وہاں بھی کلیسا کے آگے بے بس تھی، ریاست یہاں بھی اہل مذہب کے آگے بے بس ہے۔ جو مختصہ اس سماج کو درپیش تھا وہی مختصہ ہمارے معاشرے کے دامن سے بھی لپٹ چکا ہے، انجام مختلف کیسے ہو سکتا ہے؟

مذہب خیر خواہی کا نام تھا، ہمارے ہاں یہ خیر خواہی اب نظر نہیں آ رہی۔ مذہب کے نام پر ایک کشمکش ہے اور رکنے میں نہیں آ رہی۔ مساجد کی شناخت اب دین نہیں مسالک بن چکے۔ کوئی ایک مسلک ایسا نہیں جس کے دینی شعور اور عقیدے پر دوسرا مسلک سوال نہ اٹھاتا ہو۔ انہیں صرف چاند چڑھانے پر اصرار نہیں، ان کے نزدیک

مورخہ 13 اگست 2025ء کو آصف محمود صاحب کا ایک کالم نظر سے گزرا جو انہوں نے لال مسجد اسلام آباد کے مہتمم مولانا عبدالعزیز صاحب کی نذر کیا ہے۔ یہ کالم حافظ محمد قاسم مغیرہ نے اپنی فیس بک وال پر شیئر کیا جسے بعد ازاں حافظ طاہر الاسلام عسکری صاحب نے بھی اپنی وال پر شیئر کیا۔ پہلے کالم شیئر کرتا ہوں اس کے بعد اس کا مختصر ترین تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

مولانا عبدالعزیز کی نذر آصف محمود صاحب کا کالم اہل مذہب: سیکولرزم کا ہر اول دستہ؟

پاکستانی معاشرہ سیکولرزم کی جانب بڑھ رہا ہے اور یہ معرکہ اہل مذہب کے نام ہے۔ پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے میں اہل مذہب کا کردار سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ مورخ لکھے گا کہ اہل مذہب نے بہت محنت اور قربانیوں سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کو سیکولر ریاست بنایا ورنہ یہ اتنا آسان کام نہ تھا۔ آپ کو شاید میری بات سے حیرت ہو رہی ہو، میں وضاحت کیے دیتا ہوں۔ معاشرہ کب اور کیوں سیکولر ہوتا ہے؟ مغربی معاشرہ ان دونوں سوالات کا جواب ہے۔ وہاں خدا اور بندے کے درمیان کلیسا آ گیا تھا۔ کلیسا کی تعبیر ہی دین تھا اور اس سے اختلاف کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ جس نے کلیسا سے اختلاف کیا وہ خدا کا باغی ٹھہرا۔ یہاں تک کہ کلیسا نے سائنسی تحقیقات کو بھی مذہبی لبادہ اوڑھ دیا اور اپنے ناقص سائنسی تصورات پر ایمان لانا بھی لازم قرار دے دیا۔ سائنس کی دنیا میں جب نئی تحقیقات سامنے آئیں تو پرانے تصورات کا ابطال ہو گیا۔ کلیسا نے اسے بھی دین سے بغاوت قرار دے دیا۔

طبیعیات کے ماہر ”برنو“ کو اس لیے سزائے موت دی گئی کہ وہ دنیا کے علاوہ دیگر سیاروں پر بھی زندگی کا

درست یا غلط بنیاد دیکھتے ہیں اور کچھ نکات کو تاریخ اور دین کے اصولوں سے پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں:

☆ یورپ اور مسلم معاشرے کا فرق: یورپ میں کلیسا کے جبر اور تحریف شدہ دین کے خلاف رد عمل آیا، لیکن اسلام میں بنیادی وحی (قرآن) محفوظ ہے ﴿إِنَّا نَحْنُ نُزِّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَكُلِّفُظُونٌ﴾ (الحج: 9) اور اس کی تعبیر و تفسیر میں اجتہاد و اختلاف کی گنجائش بھی موجود ہے۔ اس لیے یورپ والا تاریخی نتیجہ مسلم معاشرے میں حتمی طور پر دہرانا لازمی نہیں۔

☆ پاکستان میں مذہبی سیاست کی حقیقت: یہ درست ہے کہ بعض مذہبی گروہ یا شخصیات نے سیاسی مفادات کے لیے مذہب کا استعمال کیا، لیکن یہ سب اہل مذہب یا پوری مذہبی قیادت کی نمائندگی نہیں کرتا۔ بہت سے علماء اور دینی جماعتیں خالص دعوتی و اصلاحی کام کرتی رہی ہیں۔

☆ فرقہ واریت اور عوامی بیزاری: فرقہ واریت ایک حقیقی مسئلہ ہے اور اس نے عوام کو مذہبی مکالمے یا دین سے دور کیا ہے لیکن یہ پورے مذہبی طبقے کی یکساں تصویر نہیں کیونکہ بہت سے علماء ایسے ہیں جو دعوت و اصلاح میں سنجیدگی سے مصروف ہیں۔ تاہم اس کا حل دین سے بیزاری نہیں بلکہ دین کی اصل روح (خالص کتاب و سنت) کی طرف واپسی اور علمی و اخلاقی اصلاح ہے۔

☆ مذہب و سیاست کا تعلق: اسلام میں دین اور اجتماعی زندگی الگ نہیں، لیکن سیاسی مقاصد کے لیے دین کا استحصال، اس کے برعکس ہے جو نبی ﷺ اور خلفائے راشدین نے کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بحیثیت امیر المومنین، فلسطین میں داخل ہوتے وقت جو بات مسلمان امراء، وزراء اور کمانڈروں کو ارشاد فرمائی وہ بہت قابل غور ہے کہ: کیا ہم (اور) تم لوگوں میں سب سے ذلیل و خوار قوم نہ تھے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت و شان سے نوازا۔ اب اگر ہم اسلام کو چھوڑ کر کسی اور ذریعے سے عزت و شان کے متلاشی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ہمیں پھر ذلیل و خوار کر دے گا۔ (مسند رک حاکم: 4481، صحیح)

⑤ مختصر تاریخی و فکری پس منظر:

① مغرب میں سیکولرزم کا مختصر تاریخی سفر: قرون وسطیٰ میں یورپ میں کلیسا نے مذہبی اختیار کو سیاسی و سائنسی معاملات تک پھیلا دیا۔ کلیسا کی تعبیر دین سے اختلاف کو کفر یا الحاد قرار دیا جاتا تھا۔ مشہور سائنس دان گیلیلیو اور فلسفی جیورڈانو برونو اس کی نمایاں مثال ہیں۔ کلیسا کی مالی بدعنوانی اور سیاسی جبر نے عوامی بیزاری پیدا کی۔ اصلاح مذہب کی تحریک (مارٹن لوتھر وغیرہ) اور بعد ازاں نشاۃ ثانیہ اور سائنسی انقلاب نے کلیسا کی گرفت کمزور کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مذہب اجتماعی زندگی سے بتدریج الگ ہوا اور سیکولرزم ایک غالب سماجی و سیاسی نظریہ بن گیا۔

پاکستان بننے کے بعد ”اسلامی ریاست“ کا

تصور دستور اور عوامی توقعات کا حصہ رہا، مگر

عملی نفاذ میں سیاسی مفادات حائل رہے

② برصغیر و پاکستان کا مختصر مذہبی، سیاسی منظر نامہ: اسلام کی تاریخ میں مذہبی قیادت (علماء) نے عام طور پر حکمرانوں کے احتساب، عدل کی تلقین اور دینی تعلیم کے فروغ میں کردار ادا کیا۔ برصغیر میں دینی رہنماؤں نے تحریک آزادی میں نمایاں حصہ لیا۔ پاکستان بننے کے بعد ”اسلامی ریاست“ کا تصور دستور اور عوامی توقعات کا حصہ رہا، مگر عملی نفاذ میں سیاسی مفادات حائل رہے۔ مختلف ادوار میں مذہبی نعرے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال ہوئے جیسے:

☆ تحریک نظام مصطفیٰ (1977ء)

☆ ضیاء الحق کا اسلامائزیشن پروگرام

☆ شریعت بل اور ریاست مدینہ کا نعرہ

پاکستان میں یہ عمل بعض حلقوں میں مذہب کو سیاسی ہتھیار کے طور پر پیش کرنے کا تاثر دیتا رہا۔

⑤ کالم کا تحقیقی جائزہ: آئیں اب ہم تاریخی، دینی اور سماجی حقائق کی روشنی میں کالم نگار کے دعوؤں کی

کا راستہ روکنا ہو تو عورت کی حکمرانی ناجائز ہو جاتی ہے اور نواز شریف کو لانا ہو تو آئی جے آئی اور مہران بینک کے سائے میں شریعت کی تحریک برپا ہو جاتی ہے۔ نواز شریف کو ہٹانا ہو تو طاہر القادری کفن پوش دستے لے کر اسلام آباد پہنچ جاتے ہیں۔ سوویت یونین کے ساتھ الجھا جاتا ہے تو پرائیویٹ جہاد کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں اور سادہ لوح نوجوانوں کو بتایا جاتا ہے کہ روس تو لادین ہے اور امریکی تو اہل کتاب ہیں۔ اس لیے لادین کے مقابلے میں اہل کتاب سے راہ و رسم رکھنا چاہیے۔

پھر وقت بدلتا ہے تو تعبیر دین بھی بدل جاتی ہے۔ اجتماعی زندگی میں دین کے نفاذ کی بجائے اہل مذہب کو دین کے نام اشتراک اقتدار کی راہ دکھائی گئی۔ اب چاند بھی وہی چڑھاتے ہیں اور کشمکش اقتدار کے باقاعدہ حریف ہیں۔ اقتدار کی کشمکش میں اب خیر خواہی کیسی؟ چنانچہ ہر دوسرا حریف دین کا دشمن ہے اور تحفظ اسلام کا نفرت کا انعقاد بہت ضروری ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی کوئی بات حکومت نے کبھی سنجیدگی سے نہیں لی اور یہ فورم مختلف مسالک کے اہل مذہب کو ”ایڈ جسٹ“ کرنے کا ایک ذریعہ بن کر رہ گیا ہے۔ حج کے پیسوں پر وزارت مذہبی امور سود لیتی ہے اور سود کی یہ رقم دوران حج حجاج کو سہولیات دینے پر خرچ فرمائی جاتی ہے۔

مذہب کے نام پر یہاں خیر خواہی کم ہوئی ہے اور لوگوں کا استحصال زیادہ ہوا ہے۔ مذہب سے زیادہ مذہب کارڈ سے لوگوں کو رغبت ہے۔ نواز شریف یہاں شریعت بل لے آتے ہیں اور عمران خان ریاست مدینہ بنانے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اہل مذہب سے جو اختلاف کرے یہودی ایجنٹ بنا دیا جاتا ہے یا ”سو یہودی“ کے وزن پر اس کی کردار کشی کی جاتی ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ ان حالات میں سماج سیکولرزم ہی کو اختیار کر لے۔ ایسا ہوا تو اہل مذہب کا شمار سیکولرزم کی جدوجہد کے اولین نقوش میں ہوگا اور سیکولرزم ان پر ناز کیا کرے گا۔“

(نشر مکرر) چند سال پرانا نایک کالم:

① اب ہماری گزارشات پیش خدمت ہیں:

☆ کالم نگاری کا ایک پہلو: کالم نگار صاحب ”اہل مذہب“ کو ایک یکساں ہلاک سمجھ کر تنقید کرتے ہیں، حالانکہ اہل مذہب میں بہت تنوع ہے۔ سب سیاست میں ملوث نہیں، سب مفاد پرست نہیں۔ اس پہلو میں کالم نگار کا تحقیقی توازن کمزور ہے۔

④ کالم پر تنقیدی تبصرہ: آئیں اب ہم منطق، دلیل، اور غیر جانبداری کے اعتبار سے اس کالم کی کمزوریاں پرکھتے ہیں اور جانبدارانہ پہلو واضح کرتے ہیں:

☆ مثبت پہلو: ① کالم نگار نے ایک اہم اور تکلیف دہ سماجی مشاہدہ پیش کیا ہے کہ مذہبی قیادت کے بعض رویے یا مذہب کے نام پر سیاسی و ذاتی مفادات کا استعمال عوامی بیزاری پیدا کرتا ہے۔

② اس کی تاریخی مثال (یورپ) سے پیش کر کے کالم میں تنقید کو تقویت دی گئی۔ یورپ کی تاریخی مثال سے استدلال قاری کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

☆ کمزور پہلو: ① اس کالم میں ”اہل مذہب“ کی اصطلاح غیر واضح ہے۔ ”اہل مذہب“ کو عمومی اور غیر متعین انداز میں تنقید کا نشانہ بنایا گیا جس سے سب مذہبی طبقات یکساں طور پر قصور وار نظر آتے ہیں۔

② کالم نگار نے یورپ اور مسلم معاشرے کی تاریخ، حالات، دینی ڈھانچے اور بنیادی عقائد میں فرق کو

نظر انداز کیا۔

③ کالم نگار نے مسئلہ کا حل یا اصلاح کی کوئی واضح تجویز نہیں دی۔ اس لیے کالم میں صرف ایک رُئی تنقید ہے اور تعمیر کا پہلو نہایت کمزور ہے۔

④ کالم میں موجود بعض مثالیں مخصوص سیاسی ادوار تک محدود ہیں، جن سے پورے مذہبی طبقے پر عمومی فیصلہ دینا علمی دیانت کے خلاف ہے۔

نتیجہ بحث اور سفارشات: آصف محمود صاحب کا کالم یقیناً ایک فکری چوٹ دیتا ہے اور مذہبی طبقے کو خود احتسابی

مذہب کے نام پر سیاسی و ذاتی مفادات کا

استعمال عوام کو بدظن کر سکتا ہے اور فرقہ واریت

معاشرتی ہم آہنگی کے لیے زہر ہے

کی دعوت دیتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مذہب کے نام پر سیاسی و ذاتی مفادات کا استعمال عوام کو بدظن کر سکتا ہے اور فرقہ واریت معاشرتی ہم آہنگی کے لیے زہر ہے۔ تاہم آصف محمود صاحب کی تنقید تب ہی مکمل اور متوازن ہو سکتی ہے جب:

① ”اہل مذہب“ کی واضح تعریف کی جائے۔

② مذہب اور مذہب کے نام پر ہونے والے مذہبی یا

سیاسی استحصال میں فرق کیا جائے۔

③ دینی قیادت اپنی ساکھ کو دعوت، تعلیم اور خدمت کے ذریعے مضبوط کرے۔ اولوالامر کی امور خیر میں اتباع کرے اور امور شر میں انہیں اچھے طریقے سے سمجھائے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری نبھائے۔

④ ریاست کو مذہبی معاملات میں شفاف، غیر فرقہ وارانہ اور غیر جانبدارانہ پالیسی اپنانی چاہیے۔

⑤ عوامی بیزاری کا علاج سیکولرزم نہیں، بلکہ دین کی اصل روح (کتاب و سنت)، عدل و انصاف اور خیر خواہی کی جانب واپسی ہے۔

⑥ ہمیشہ تاریخی و سماجی فرق کو ذہن میں رکھ کر نتائج نکالے جائیں ورنہ یہ خطرہ رہتا ہے کہ تنقید مذہب پر ہی سمجھی جائے گی اور اصل مسئلہ یعنی کردار و عمل کی اصلاح، پس منظر میں چلا جائے گا۔

⑦ مذہب کے حوالے سے تنقیدی مواد نشر کرنے سے قبل اہل علم سے مشورہ باعث خیر و بھلائی ہے کیونکہ مذہب پر تنقید عموماً اہل مذہب کے طرز عمل کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لہذا مذہب اور اہل مذہب میں فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔

☆☆☆

اور فنی و تکنیکی علوم اور دعوتی و تربیتی علوم کی اہمیت کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ تربیت و قیادت سازی میں مخاطبین کی نفسیات، ضرورت و حاجات، لوازمات، احوال و ظروف کا لحاظ رکھنا بہت اہم ہے۔ تربیتی داخلی مشکلات اور خارجی خطرات سے آگہی، مربیان کا باہمی مضبوط تعلق و ربط، صبر و استقامت، زہد و قناعت، اللہ تعالیٰ سے دعا و مناجات اور داعی و مربی کا مثالی اخلاق و کردار بھی غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔

اسلامی تاریخ، سیرت طیبہ، سیرت صحابہ اور اسلاف امت کی دینی و علمی خدمات سے نظریاتی و عملی وابستگی کی افادیت بھی مسلمہ حقیقت ہے۔

☆☆☆

سے آگاہ کیا جائے۔ امت مسلمہ کو درپیش فکری و عملی مشکلات سے آگہی اور ان سے بچاؤ کی تدابیر سے واقفیت بھی بہت ضروری ہے۔ تربیت و قیادت سازی کے لیے تدریج اور فقہ الاولیات کے اصول کو ملحوظ رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ تمام دین آہستہ آہستہ ہی نازل ہوا اور سب سے اہم امور پر زیادہ توجہ دی گئی۔ گروہی، شخصی اور تنظیمی عصبيت کے بجائے اللہ اور رسول کے دین کی تعلیم دی جائے، تصویر امت کو بیدار کیا جائے، امت کی وحدت و اتحاد کی اہمیت اجاگر کی جائے۔

قرآن و حدیث سے بلا واسطہ تعلق مضبوط کیا جائے۔ باطل افکار و نظریات اور الحادی عقائد و اعمال کا بقدر ضرورت علم بھی ضروری ہے۔ شرعی و دینی علوم، عصری

تر بیت کے لیے چند اہم امور: مثالی اسلامی تربیت اور شخصیت سازی کے لیے چند امور کا خیال رکھنا بہت اہم ہے۔ ایمان و عقیدے کو تمام امور میں اولیت حاصل ہونی چاہیے، اس سے تعلق صرف نظریاتی اور کلامی نہ ہو، بلکہ دائمی اور عملی ہو۔ انسان کے اخلاق و کردار پر اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں۔ عبادات اور اعمال صالحہ کی بجا آوری پر خصوصی توجہ دی جائے۔ اس کے دعوتی و تربیتی پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔ دعوت و تربیت کے نبوی منہج کو اختیار کرنے کی جستجو کی جائے۔ جدید اجتماعی اور سماجی مسائل سے گہری واقفیت کروائی جائے۔ شریعت کی روشنی میں ان کا پائیدار حل پیش کیا جائے اور ان کے فوائد و نقصانات

موت العالم موت العالم

ملک کے ممتاز عالم دین، استاذ العلماء، ولی کامل، شیخ الحدیث مولانا صوفی عتیق اللہ (مدیر جامعہ سلفیہ ستیانہ بنگلہ) جو کہ مختصر علالت کے باعث انتقال کر گئے تھے ان کی پہلی نماز جنازہ ہائر سینڈری سکول ستیانہ بنگلہ میں شیخ الحدیث حافظ مسعود عالم کی اقتدا میں ادا کی گئی، جبکہ دوسری نماز جنازہ 36 چک ستیانہ میں مرحوم کے بیٹے قاری عبدالخالق عتیق پڑھائی اور آبائی قبرستان میں تدفین کی گئی۔ نماز جنازہ میں ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان علامہ عبدالرشید حجازی، علامہ عبداللہ ناصر رحمانی، علامہ ابنتسام الہی ظہیر، صوبائی امیر حافظ محمد یونس آزاد، ناظم اعلیٰ ڈاکٹر مطیع اللہ باجوہ، ڈاکٹر زعیم الدین لکھوی، مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری، مولانا محمد شریف چنگوٹی، قاری محمد ارشد، مولانا محمد یوسف پسوری، مولانا منظور احمد، شیخ انس مدنی، پروفیسر محمد یسین ظفر، ڈاکٹر عتیق الرحمن، قاری محمد یعقوب شیخ، حافظ سیف اللہ خالد، مولانا عبدالباسط شیخ پوری، ڈاکٹر حافظ طاہر محمود، حافظ عبدالغفار علی، حافظ مقصود احمد، پروفیسر عتیق امجد، قاضی ریاض قدیر، مولانا محمد احسن تارڑ، پروفیسر نجیب اللہ طارق، مولانا عبدالصمد معاذ، مولانا سیف اللہ خالد، مولانا محمد ابرار ظہیر، پروفیسر ڈاکٹر مسعود قاسم، مولانا رانا ناصر اللہ خان، ڈاکٹر رانا حبیب الرحمن، حافظ سیف اللہ کمر پوری، پروفیسر بارک اللہ، مولانا عبدالخلیم عاصم، حافظ یونس ربانی، پروفیسر، امین الرحمن ساجد، قاری یعقوب فیصل آبادی، سمیت ملک بھر سے آئے ہزاروں علماء کرام، شیوخ الحدیث، دینی مدارس کے اساتذہ کرام و طلبہ، سیاسی و سماجی شخصیات، عزیز واقارب سمیت تمام مکاتب فکر کے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

علماء کرام نے مرحوم مولانا عتیق اللہ سلفی کی دینی، ملی، رفاہی و سماجی خدمات پر انہیں شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات ایک بہت بڑا قومی سانحہ ہے۔ ایسی عالم باعمل اور مستجاب الدعوات شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہے۔ مرحوم نے ساری زندگی انتہائی سادگی اور درویشانہ انداز میں گزاری۔ مرحوم اپنی ذات میں ایک انجمن تھے نہ صرف ایک دینی ادارے کے سربراہ بلکہ دین کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کے لیے بھی انہوں نے سکول، لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے علیحدہ علیحدہ کالج اور عوام کی خدمت کے لیے ایک بہترین و معیاری ہسپتال بھی چلا رہے تھے۔ اور اسی طرح غربا، یتامی، بیوگان اور ضرورت مند افراد کو مالی سپورٹ کرنا ان کی زندگی کا معمول تھا۔ ان سے فیض حاصل کرنے والے ہزاروں طلبہ اندرون و بیرون ممالک میں قرآن وحدیث کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم بشری خطاؤں سے درگزر کرتے ہوئے مرحوم کو جنت الفردوس اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

منجانب: مولانا خالد محمود اعظم آبادی (فیصل آباد)

”یوم آزادی پاکستان تجدید عہد وفا“

مرکزی جمعیت اہل حدیث ”فیصل آباد سٹی کے زیر اہتمام یوم آزادی پاکستان کے موقع پر ”تجدید عہد وفا“ کے عنوان پر جامع مسجد فیصل گرین ٹاؤن میں ایک عظیم الشان

پروگرام منعقد کیا گیا جس میں امیر فیصل آباد سٹی پروفیسر حافظ امین الرحمن ساجد نے گفتگو کرتے ہوئے آزادی کی نعمت کی قدر و قیمت اور اہمیت اور پاکستان کے قیام میں علماء کرام اور دینی جماعتوں کے کردار کے حوالے سے اہم گفتگو کی۔ پاکستان کے قیام کے لیے اپنی جانوں اور مال کی قربانیاں پیش کرنے والے ہمارے اسلاف کا دین بھی تھا، پاکستان کا مطلب کیا..... لا الہ الا اللہ کے نعرے پر ہی سب کچھ قربان کیا۔ ڈاکٹر عبدالرزاق ساجد نے آزادی کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے درج ذیل نکات پر فکر انگیز گفتگو کی۔ آزادی شیطان سے حاصل کر کے رحمان کی غلامی اختیار کرنا ہے لیکن ہم آزادی کا مطلب الٹ سمجھ بیٹھے ہیں، ہم نے رحمان سے آزادی اور شیطان کی غلامی کو آزادی سمجھ لیا ہے۔ ہمیں اپنے وطن کی قدر کرتے ہوئے اس کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ پروگرام میں مولانا عبدالمنان نور پوری نائب امیر فیصل آباد سٹی، پروفیسر ابوبکر فاروقی سینئر نائب ناظم فیصل آباد سٹی، مولانا محمد عبداللہ اسد نائب ناظم شعبہ خدمت خلق الفلاح فاؤنڈیشن فیصل آباد، مولانا بلال مدنی نائب ناظم تبلیغ فیصل آباد اور ضیاء اللہ صاحب، عرفان الحق رندھاوا اور راقم شامل تھے۔ پروگرام کے اختتام پر مولانا عبدالمنان نور پوری نے دعائے خیر کروائی۔ اللہ تعالیٰ تمام منتظمین اور معاونین کی محنتیں قبول فرمائے، آمین یا رب العالمین

منجانب: ابوبکر جمیل گریوال ناظم تبلیغ مرکزی جمعیت اہل حدیث فیصل آباد سٹی

شمالی پنجاب جماعت کے عہدیداران کی حلف برداری

قائد ملت سلفیہ سینیٹر ڈاکٹر حافظ عبدالکریم اور مرکزی سینئر نائب امیر مولانا ڈاکٹر علی محمد ابوتراب رحمہ اللہ نے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ایک مذہبی جماعت ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شروع ہونے والا اشاعت و تبلیغ دین کا سفر جاری رکھے ہوئے اور آئمہ محدثین سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے مرکزی جمعیت اہلحدیث شمالی پنجاب کے عہدیداران کی تقریب حلف برداری سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب میں جماعت کے نظم کی تقسیم تنظیم کو فعال و منظم بنانے کے لیے کی گئی تاکہ دین کی خدمات کو مربوط بنایا جاسکے۔ مرکزی جامع مسجد اہلحدیث واہ کینٹ میں منعقدہ تقریب حلف برداری سے خطاب کرتے ہوئے نونائب امیر شمالی پنجاب سید عتیق الرحمن شاہ اور ناظم اعلیٰ حافظ ابوبکر صدیق حنیف نے کہا کہ ہمیں عہدوں کی خواہش نہیں، امیر محترم کے حکم پر سر تسلیم خم کیا اور جماعت کے منشور کو مقدم رکھتے ہوئے اشاعت دین کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ شمالی پنجاب کے نونائب عہدیداران میں سرپرست حافظ عبدالحمید عامر، امیر سید عتیق الرحمن شاہ، سینئر نائب امیر عرفان اللہ ثنائی، نائب امیر زبیر محمود مغل، ناظم اعلیٰ حافظ ابوبکر صدیق حنیف، سینئر نائب ناظم حافظ میاں عبدالغفار آزاد، نائب ناظم عنایت اللہ، ناظم سیاسی امور حبیب الرحمان یزدانی، ناظم مالیات میاں محمد اسحاق، ناظم تبلیغ حافظ محمد حامد یونس، ناظم شعبہ خدمت خلق حافظ سیف اللہ کمر پوری، ناظم میڈیا کوآرڈینیٹر امیر افضل اعوان شامل ہیں جبکہ 12 کئی مجلس عاملہ کا بھی انتخاب عمل میں لایا گیا۔



مہلک اہل حدیث کا داعی اور مرکزی جمعیتہ اہل حدیث پاکستان کا انتخاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُ نَزَلَ اَنْزَلَ الْکِتَابَ

اہل حدیث

شیخ الاسلام ترمذی

حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلمی

عالمِ قلندریات اسلامیہ شیخ الحدیث محمد امجد میر رحمہ اللہ

فیضانِ حدیث حافظ غوث الرحمن داکٹر

آگاہی

لکھ سکتے ہیں تو اپنے قیمتی افکار سے
قارئین ”اہل حدیث“ کو محروم نہ کھیں۔
آپ صاحبِ خیر ہیں تو ”رسالہ“ کے
”اشاعت فنڈ“ میں حصہ لیں
تاکہ یہ رسالہ زیادہ سے زیادہ احباب تک پہنچایا جاسکے۔

آپ کی
قلمی معاونت، قیمتی مشاورت
کے لیے شکر گزار

سالانہ اشاعت فنڈ
1500

ہر قسم کے مالی تعاون کے لئے

مثلاً خریداری فنڈ / اشاعت فنڈ
یا شہادت کی مد میں رقم کی ترسیل کے لئے
میں ہفت روزہ اہل حدیث لاہور
قاری احسان الہی خان
سے مندرجہ ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0312-6444519

ہم اہل حدیث لاہور

کیوں کہ اس میں آپ پڑھتے ہیں

- آئمہ حرم کے ”خطبات جمعہ“ کا اردو ترجمہ شستہ اور رواں اردو ترجمہ کے ساتھ
- آپ کے روزمرہ کے مسائل میں شرعی رہنمائی (فتاویٰ جات)
- مفتی جماعت فضیلۃ الشیخ حافظ محمد الیاس اثری صاحب حفظہ اللہ کے گہر یا قلم سے۔
- اہم ترین قومی و ملی مسائل و امور پر قائدین جماعت کی طرف سے رہنمائی اور
- مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی پالیسی سے آگاہی۔
- اہم ترین عناوین اور موضوعات پر جید علماء کرام کی آراء پر مشتمل تحاریر۔
- نوجوانوں، خواتین اور بچوں کیلئے رہنما مضامین۔
- اسلام اور پاکستان کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز پر جاندار انداز اور خوبصورت
- الفاظ میں تنقید اور اصل مسئلہ اور اس کے حل کی طرف رہنمائی۔
- ملک بھر سے مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی جماعتی و تنظیمی سرگرمیوں کی رپورٹس۔

یاد رہے کہ یہ مجلہ ہر ہفت روزہ سہ روزہ سہ ہفت روزہ سہ ماہی و سہ ماہی سمیت ہر ادارے سے دوکان کی
زینت ہو سکتا ہے جو اسے پڑھنے کا اسے سیکھنے کا اور عمل کی ترغیب بھی۔ ان شاء اللہ

0301
8382580
042-37720257
042-37729933

محمد ابراہیم راجپوت چیف ایڈیٹر ہفت روزہ اہل حدیث لاہور